



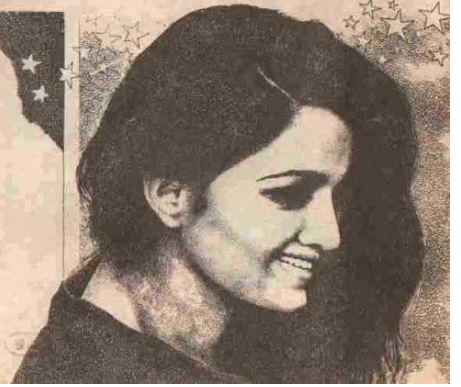
مریم عزیٰ

## میری بھینس کا گھر

رخشدہ نے ملے بغیر کافی سخت جواب دیا۔  
 ”پلیز! امی کچھ اور دے دیں۔ چچی میں بہت بھوک لگی ہے۔“ اب رخشدہ نے دیکھی کو مستک میں بٹھایا۔  
 ”ماہ رخ! اس سے پہلے کہ میں تمہاری بیانی کروں یہاں سے چلی جاؤ۔“ وہ بیچ بچتے ہوئے بچن سے باہر نکل گئی۔  
 یہ بڑھیوں سے اتر کر جیسے ہی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا اس کا سب سے پہلا سامنا سلمان سے ہوا ہے۔ ”ہائے ہائے لگتا ہے ہماری شیرینی آن بھی بھوکی بیچ آگئی ہے۔“ اس کے سرخ پڑے چہرے کو دیکھ کر سلمان نے چڑایا۔  
 ماہ رخ نے اس پر صرف قہر بھری نظر ڈالنے پر اکتفا کیا۔ وہ لاؤنج میں سے ہوتی ہوئی سیدھی بچن میں چلی آئی۔ جہاں ٹنڈے — کچے تھے۔ ہنڈیا کا ڈمکن اٹھا کر وہ جی بھر کر بد مزہ ہوئی۔

”مجھے نہیں یہ کھانا“ جب بھی دیکھو بنزیاں اور یہ کرلیے۔“ اس نے بری سی شکل بنا کر پلیٹ پیچھے سرکاری۔  
 رخشدہ نے مڑ کر اپنی بیٹی کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر برتن دھونے میں مصروف ہو گئیں اپنی بات کا کوئی رد عمل نہ دیکھ کر جھجھلا کر کھڑی ہو گئی۔  
 ”امی میں آپ سے کدہ رہی ہوں مجھے کرلیے نہیں کھائے“ جب دیکھو کرلیے کرلیے نہ ملیں تو بھنڈیاں بھنڈیوں کی جان بچھوڑو تو ٹنڈے اور ٹنڈے بھی نہ ہوں تو تواریاں۔ ہمارے گھر سوائے ہریالی کے کچھ سبز ہی نہیں۔ مجھے تو لگتا ہے ہمارے گھر بنزویں کا کمیشنیشن چل رہا ہے کہ کون زیادہ کچے گا۔“ وہ جھجھلا کر بولی۔  
 ”نہیں کھانا تو مت کھاؤ باہر تمہارے باپ نے قور سے اور بریالی کی جو دیگ چڑھا رکھی ہے وہاں سے لے آؤ۔“

مکمل ناول



اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog Kitabdost

<http://kitabdostpk.blogspot.be>

اور readingpoint

<http://readingpointpk.blogspot.be>

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز

لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ

ہمیں اپنی تحریر (ناول، ناولٹ، افسانہ قسط وار ناول)

اس میل آئی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

[maisrasultan@gmail.com](mailto:maisrasultan@gmail.com)

فیس بک پہ بھی اس میل کے ذریعے رابطہ کریں



”کیا ہوا ماہ رخ؟“ سحر نے اس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔  
 ”اتنے زوروں کی بھوک لگی ہے اور کرپلے سے جان چھڑوا کر آئی ہوں تو بیچے یہ ٹنڈے۔“ اس کی آنکھوں میں مونے مونے آنسو تیرنے لگے۔  
 ”ارے تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟“ ایلٹ بنا کر کھلا۔ ”سحر نے فرینج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔  
 ”نہیں، مجھے نہیں کھانا۔“ آنسو اب آنکھوں سے نکل کر گالوں پر پھیل گئے۔ وہ تیزی سے بچن سے لگی جب اس نے اپنے پیچھے مسلمان کی آواز سنی۔  
 ”اے میری! ابھی اپنے بچن سے بھی کچھ کھا لی لیا کرو۔“ مسلمان کی بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا اس کے آنسوؤں میں روانی آئی۔ آنسو کی وجہ سے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا اسی لیے وہ ساڑھے آٹھ تیسور کو نہ دیکھ سکی اور تیزی سے نکلنے کی کوشش میں اس سے لگرائی۔  
 ”ارے۔“ تیسور نے حیرت سے اس کا آنسوؤں سے تر چہو دیکھا اس سے پہلے کہ وہ آگے نکلتی تیسور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔  
 ”مائی! کیا ہوا تم روتی کیوں رہی ہو؟“ تیسور نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔  
 ”کچھ نہیں۔“ اس نے غصے سے تیسور کا ہاتھ جھٹکا تو اس نے حیرانی سے پیچھے ہٹ کر اسے دیکھ کر غصے سے پیٹنے لگا۔ مسلمان کو دیکھا جو مستقل مسکرا رہے تھے۔ اس نے اشارے سے سحر سے وجہ پوچھی۔  
 ”بھائی! کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اوپر کرنا وہ بھی کڑوا نیچے ٹنڈا وہ بھی کول۔“ مسلمان نے ساری صورت حال مزے لے لے کر سنائی تو تیسور بے ساختہ مسکرایا۔ اس کی بچی بھوک اور ہزیموں سے چڑے سب اچھی طرح آگاہ تھے۔  
 ”اسی سے بات پر اتنے قیمتی آنسو ضائع کر دیے۔ ابھی کچھ اور بنا لیتے ہیں۔“ تیسور اسے بازو سے پکڑ کر واپس لاؤنج میں لے آیا تھا۔  
 ”فرینج میں کچھ بھی نہیں ہے۔“ اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔  
 ”اے کیا ہوا؟“ تب ہی حلیہ اندر داخل ہوئیں۔  
 ”کیا ہو سکتا ہے ای! محترمہ کو پھر کھر میں کھانا نہیں ملا۔“ مسلمان کی بات پر وہ ایک بار پھر منہ بسورنے لگی۔

”مسلمان! زیادہ فضول مت بولا کرو۔ میری بیٹی کو نہیں پسند تو ہم کچھ اور بنا لیتے ہیں۔“  
 ”بہت دیر لگے گی۔ مجھے بھوک لگی ہے۔“ اس کی بات پر وہ چاروں مسکرا دیے۔  
 ”اچھا تم چندرہ منٹ انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔“ تیسور اس سے کہتے ہوئے جلدی سے باہر نکل گیا جبکہ وہ مسلمان کو منہ چڑا کر ہنس دی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی رخشندہ نے بے ساختہ اپنا ہاتھ اپنا اور بڑی بے بسی سے اپنی لاڈلی کو دیکھا جو سامنے رکھے شامی کباب اور چکن تنگہ کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھی اور اسی رفتار سے اس کی زبان بھی چل رہی تھی تیسور بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ جبکہ سحر نے دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس رکھی تھیں اور مسلمان بھائیوں کے کراسے چڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ بھی دھیمپ بنی پورے زور و شور سے تیسور کو اپنے کارنامے سن رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر اپنی ماں پر پڑی جو خوشخوار نظروں سے اسے ہی محسوس رہی تھیں۔  
 اس کے اچانک خاموش ہو جانے پر تیسور نے مڑ کر دیکھا۔  
 ”چچی جان وہاں کیوں کھڑی ہیں۔ اور اندر آئیں نا۔“ تیسور بھائی اب مجھے ڈانٹ پڑے گی۔“ اس نے تیسور کے قریب جا کر آہستہ سے کہا۔  
 ”کچھ نہیں ہوتا۔“ وہ آہستہ سے بولا۔  
 ”تیسور! یہ سب تم لے کر آئے ہو؟“ رخشندہ نے پلیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔  
 تیسور نے بارے انہیں صوفے پر بٹھایا۔ ”چچی جان اس میں غصہ کرنے والی تو کوئی بات نہیں اسے بھوک لگی تھی اور سبزیاں اسے پسند نہیں۔“ تیسور کے پیار بھرے لہجے پر وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولیں۔  
 ”بھائی! کوئی اچھی بات تو نہیں ہر روز تو گوشت نہیں پک سکتا بھی سبزیاں اور دال بھی کھانا چاہیے تم اس کی عادتیں خراب کر رہے ہو۔“ آخر میں انہوں نے ماہ رخ کی طرف دیکھا جو بے تیاری سے کھانا کھانے میں مصروف تھی۔  
 ”جانے دس چچی جان ابھی پھوٹی سی تو ہے۔“ تیسور نے حسب عادت اس کی طرف داری کی۔

”بھائی! عادتیں ایسے ہی بکرتی ہیں سحر بھی تو ہے صرف ایک سال بڑی ہے لیکن اتنی بھدرا رہے۔ میں اس کے اتنے خمرے برداشت نہیں کر سکتی۔“ انہوں نے غصے سے اسے گھورا۔  
 ”بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ چچی جان! اگر اتنے خمرے کرے گی تو کوئی اس سے شادی بھی نہیں کرے گا۔“ مسلمان نے مسکراہٹ دیتے ہوئے ماہ رخ کو دیکھا۔  
 ”نہ کرے کوئی شادی! آپ فکر نہ کریں آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔“ حسب توقع وہ کھانا چھوڑ کر اس کی طرف چلی۔  
 ”اور میرا بھی داغ خراب نہیں ہے۔ جو تم سے شادی کروں گا۔“ مسلمان نے جواباً اپنی پوری آنکھیں کھول کر اسے گھورا۔  
 ”میں ویسے بھی ہندوؤں کو پسند نہیں کرتی۔“ اس نے آرام سے کہہ کر اپنی نظروں سامنے رکھی پلیٹ پر مرکوز کر دی۔  
 ”چچی جان! دیکھ رہی ہیں آپ؟“ تیسور کی وجہ سے مسلمان نے بے بسی سے رخشندہ کو دیکھا۔  
 ”دیکھ رہی ہوں دن بہ دن قد کے ساتھ زبان بھی لی ہوئی جا رہی ہے۔“ رخشندہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا۔  
 ”چچی جان! آپ غصہ نہ کریں میں ہوں پلٹا ہیں“ مسلمان، ابی، سحر اتنے سارے لوگ اس کے اپنے ہیں وہ کیوں نہ خمرے کرے۔“ تیسور نے مسکرا کر انہیں ساتھ لگا لیا تو انہوں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوم لیا۔ اس کی بی بی باتیں تھیں جو اسے سب سے منفرد بناتی تھیں۔



عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو ماہ رخ بیٹھ کی طرح بڑی لا پرواہی سے ستر آزی تر بھی سو رہی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کر کے تکیے اس کے سر کے نیچے رکھا۔ پھر اپنا کیمیرہ مڈ آؤٹ کے ساتھ لگا کر اس سے ٹیک لگالی۔ سچے کے والوں کے ساتھ ان کے ہونٹ بھی آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔ اچانک ہاتھ اور ہونٹوں کی جنبش رک گئی تھی انہوں نے غور سے سامنے لگی اپنی اور ظفر کی شادی کی تصویر کو دیکھا۔ چندرہ سال گزر جانے کے بعد۔ جب بھی وہ اپنی اور ظفر کی یہ تصویر دیکھتی تھیں ان کی آنکھیں نم ہو جاتی

تھیں۔  
 تصویر کو دیکھتے دیکھتے ان کے داغ نے ماضی کا سفر شروع کر دیا تھا۔  
 ان کا اس دنیا میں سوائے اپنے ماموں کے اور کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے ایف اے تک تعلیم دلوائی تھی یہی اس کے لیے بہت بڑا احسان تھا۔ اس گھر میں رہنے اور مامی کی کڑی کسبیلی باتوں سے بچنے کے لیے وہ دن رات کام میں مصروف رہتیں۔ دن رات ایسے ہی گزر رہے تھے۔ پتا نہیں خدا کو ان کی کون سی اپدینہ آئی تھی کہ ظفر کا رشتہ ان کے لیے آیا۔ وہ اپنے بڑے بھائی اور بھابی کے ساتھ رہتے تھے۔ ظفر سے شادی کے بعد بھی انہیں اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آتا تھا۔ ظفر کے کھروالے ان کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ وہ مغسوری ہو جاتی تھیں۔  
 پھر ایک سال بعد ان کی دنیا میں ماہ رخ نے آکر مزید رنگ بھر دیے تھے۔ جس وقت ماہ رخ پیدا ہوئی مظفر بھائی کے چار بیٹے تھے سب سے بڑی بیٹی تانیہ چھ سال کی تیسور سات مسلمان عین اور سحر ایک سال کی تھی جب ماہ رخ پیدا ہوئی تو سب سے زیادہ ظفر خوش تھے۔ وہ اپنی پیاری بچی کے سب سے ساندے اسے پیار کرتے تھے۔ وہ بہت کم ان کے پاس رہتی تھی زیادہ تر وہ تانیہ یا تیسور کی گود میں ہوتی۔ وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا جب اچانک ایک بار پھر ان کی دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔  
 ماہ رخ دو سال کی تھی جب ظفر صبح دفتر کے لیے نکلے اور پھر زندہ واپس نہیں آئے۔ ان کی بیٹی کو تو ابھی صحیح طرح سے ماما بھی کہنا نہیں آتا تھا۔ انہوں نے ماہ رخ کے حوالے سے کتنے خواب دیکھے تھے۔ وہ سب ادھورے رہ گئے تھے۔  
 ان کا دنیا میں تھا ہی کون بھلا وہ اب جاتیں۔ ماموں نے شادی کرنے کے بعد کبھی بھانک کر بھی نہیں دیکھا وہ کسی ہے۔ ایسے میں مظفر بھائی اور حلیہ بھابی نے صحیح معنوں میں ظفر کے بھائی بھابی ہونے کا حق ادا کیا تھا۔ پروہم ہر اندیشہ جو ان کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ وہ خود بخود ختم ہو گیا تھا۔  
 ہر گزرتے بل کے ساتھ ان لوگوں کے لیے ان کے دل میں احترام اور محبت کے جذبات بڑھتے گئے۔ گھر میں جب بھی کوئی چیز آتی تو سب سے پہلے ماہ رخ کو ملتی پھر کوئی اور لے سکتا تھا۔ مظفر بھائی کی تو اس میں جان بھی۔ اس کے



منہ سے نکلنے والی ہر بات کو پورہ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔  
ان کے بے بالا دیار نے اسے کئی حد تک منہ پیٹ اور  
ضدی بنایا تھا۔ وہ ذوقی تھیں۔ یہ عیس باور میں کی قسمت  
میں کیا لکھا ہے؟ لیکن جب بھی وہ اس پر سختی کرتیں اسے  
سمجھائیں وہ سیدھا اپنے تپا ہلی کے پاس جاتی تھیں اور اگر  
وہ نہ ملتے تو پورہ کے پاس کوہنگہ۔ وہ ہمیشہ ان کے سامنے  
سیدھو جاتی تھیں۔



یونیورسٹی کا خرچ سب وہ خود ہی پورا کرتا تھا۔ صبح کا کھانا رات کو کھانہ ساڑھے گیارہ واپس آتا تھا اور سب سے بڑی بات جو انہیں تکلیف دیتی تھی۔ وہ اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کہتا تھا۔ تیور بھی دیر سے خود پران کی نظریں جی محسوس کر رہا تھا۔ آخر کار اس نے کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور مسکرا کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہائیا! مجھے بتا دیں بات کیا ہے؟" وہ شرارت سے انہیں دیکھنے لگا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہٹھکالیا اور جب چہواٹھا تو وہ کافی شجیدہ تھے۔

"تیور! تم یہ جاب چھوڑ دو، تمہارا باب ابھی اس قابل ہے کہ تمہیں۔۔۔" ان کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ وہ ایک پل کے لیے اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا۔

"ہائیا! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ تو جانتے ہیں مجھے سپروائزیشن کتنا انٹرنسٹ ہے اور شاید کو بھی کسی کی ضرورت تھی اس طرح میرا شوق بھی پورا ہو جاتا ہے اور آرام سے پیسے بھی ہاتھ آجاتے ہیں۔" وہ ہلکے ہلکے انداز میں وضاحت دیتے لگا۔

"تم اس طرح مسکرا کر کب تک مجھے دھوکا دو گے میں تمہارا باب ہوں کیا تمہارے چہرے کی جھکن مجھے نظر نہیں آتی۔ بانی سب کی ضرورتیں بھی تو پوری ہوتی ہیں پھر صرف تم ہی کیوں خود کو بانگ کرتے ہو۔ جب میں نہیں رہوں گا پھر تو سب تمہیں ہی کرنا ہے۔" مظفر صاحب کے لہجے پر وہ دل کر رہ گیا۔

"ہائیا! آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں۔ آپ سدا سلامت رہیں۔ کیا میں نہیں جانتا پچھلے سال تانہ کی شادی پر کتنا خرچ آیا تھا؟ مسلمان کا ایم بی بی ایس کا دوسرا سال ہے اس کے اپنے اتنے خرچے ہیں۔ محرومان کی پرہیزی پورے گھر کا خرچ یہ سب تو آپ ہی کرتے ہیں میں تو نہیں کرتا نا۔ میں تو صرف اپنی پرہیزی کا خرچ اٹھا رہا ہوں۔ اگر میں اپنے لیے کچھ کرنا ہوں تو یہ آپ پر احسان تو نہیں۔" اس نے کچھ دیر رک کر غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔ ان کی آنکھیں غم تھیں۔ اس کا دل اندر تک دھبی ہو گیا۔

"آئندہ آپ کوئی فضول بات نہیں سوچیں گے۔ اب آپ سو جائیں میں بھی سوئے جا رہا ہوں کیونکہ پڑھنے کا تو ناظم نہیں رہا۔" وہ کھڑی دیکھتے ہوئے اٹھا تو وہ اس کا ہاتھ چوم کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے جبکہ وہ بھی مسکرا کر

اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے ماہ رخ کو کمرے میں ٹپٹے ہوئے۔ مظفر صاحب نے اخبار سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا اور اخبار ساڈر پر رکھ دیا۔

"ماہ رخ بیٹا! بیٹھ جاؤ اور کتنی دیر تک چکر لگاؤ گی۔ تمہیں اس طرح چلنا دیکھ کر میری ٹانگوں میں درد شروع ہو گیا ہے۔" ان کی بات پر وہ رک کر انہیں دیکھنے لگا پھر پریشان چہرے کے ساتھ ان کی طرف آئی۔

"بڑے ہائیا! مسلمان بھائی اب تک کیوں نہیں آتے کس میں ٹپٹے ہو نہیں ہوئی۔" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"تم دیکھنا بہت اچھے مارکس آئے ہوں گے۔" مظفر صاحب اسے تسلی دینے لگے، لیکن وہ پریشانی سے ہونٹ چا رہی تھی۔

"اس لڑکی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" اس کی روتی شکل دیکھ کر ششدرہ نے اسے گھورا۔

میں دروازہ کھول کر مسلمان اندر داخل ہوا۔ ماہ رخ بے ساختہ کھڑی ہوئی۔ اس نے غور سے مسلمان کا چہرہ دیکھا جو بہت سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سب سے پہلے آنکھ لگی ہوئی ماہ رخ پر پڑی۔ پھر وہ حلیہ اور رشتہ داری کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں نے منہ بھی کیا تھا مجھے تمہیں پر میری تو کوئی شتابھی نہیں آئی ہے۔ تم لوگوں کا رزلٹ لینے جاؤ تو ایسے ہی انسلٹ ہوتی ہے۔ ایک نہیں پورے دو سبجیکٹ میں سبلی میں تو وہیں شرمندہ ہو گیا۔ تو صیف بھی میرے ساتھ تھا کیا سوچتا ہو گا۔ مستقبل قریب کے اتنے قابل ڈاکٹر کی کرن انجی نکمی۔" وہ جو پہلے ہی اتنی پریشان تھی

سبلی کا سن کر دونوں ہاتھوں میں منہ چپا کر رونے لگی۔ مسلمان نے سٹیلا کر اسے دیکھا۔ مظفر صاحب اٹھ کر اس کی پاس آئے۔

"ماہ رخ! انہوں نے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر کی کوشش کی اور زور زور سے رونے لگی۔ مسلمان سٹیلا کر اس کی طرف آیا۔

"ماہ رخ! بلیر رونا بند کرو۔" میں مذاق کر رہا تھا، دیکھ تمہارے کتنے زبردست مارکس آئے ہیں۔" مسلمان کی بات پر اس نے جلدی سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ایک

اس کے آگے کر دی۔

ماہ رخ نے غصے سے مٹکاس کے کندھے پر دے مارا۔ وہ ہاتھ مارہ صرف کندھا ہٹا کر رہ گیا۔

"م کوئی کام سیدی طرح نہیں کر سکتے اتنی خوشی پر بھی مٹی جی کو رلا دیا۔" مظفر صاحب نے بھی اسے گھورا۔

پنے اسے گھنٹیں بھی دیے بقول ان کے وہ پہلے سے جانتے تھے اس کے خیراتے ہی اچھے ہوں گے۔

"میں تیور بھائی کو فون کر کے بتا دوں۔" وہ فون کی طرف بھائی۔

"ہاں جلدی سے بتا دو ورنہ کھانا ہضم نہیں ہو گا۔" مسلمان نے پیچھے سے ہانک لگائی تو سب مسکرا دیے۔

\*\*\*

اسے کالج جاتے دو ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے اور پرہیزی اور دوشور سے جاری کھی کالج نے اسے اچھا خاصا مصروف کر دیا تھا۔ کل فرس کے ٹیسٹ کی وجہ سے وہ رات کو دیر سوئی تھی۔ لہذا اب کالج سے آتے ہی وہ کھانا کھائے

پھر سوئی۔ شام کو جب وہ اچھی تو موسم بہت زبردست ہو رہا تھا وہ ہاتھ منہ دھو کر کچے آگنی جھل پکٹی سے زبردست ہو اٹھا۔

"واہ بھئی یہاں تو خانہ داری ہو رہی ہے۔" اس نے سحر کر دیکھ کر کہا جو پکڑے مل رہی تھی۔

"کیا کروں موسم ہی اتنا زبردست ہو رہا ہے سوچا کوئی ہی چیز کھائی جائے۔" سحر نے پکڑے پلٹ میں اتارے ہوئے کہا۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے صبح سے ایک سلاٹس کے ساتھ مجھے نہیں کھایا۔" ماہ رخ نے پلٹ میں کھجپ ڈالتے ہوئے کہا۔

"تم بھی چرتے کو سر پر سوار کر لیتی ہو اگر اتنا زیادہ نہیں ہو کر پھر بھی مجھے یقین ہے تمہارے بہت اچھے مارکس آئے ہوں گے۔" لیکن میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی۔ میں جانتی ہوں میرے مارکس اتنے اچھے ہوں گے مجھے آسانی میڈیکل میں ایڈمیشن مل جائے اور یہ گھر میں اتنی دھڑکی ہوں ہے؟" اچانک اس نے پکٹ سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

"سب تانہ بانی کی طرف گئے ہیں۔"

"ٹیکسی سے؟" اس نے پلٹ سے ایک پکڑا اٹھا۔

ہوئے سحر کو دیکھا۔

"میں تیور بھائی گھر رہتے ان کے ساتھ گئے ہیں اس دعا کو کہیں راستے میں خراب نہ ہو جائے بے چاری ہے بھی پرانے ماڈل کی۔" سحر نے برا سمنہ بنا کر کہا تو وہ اس پڑی۔

"ہیلو یڈیز کیا ہو رہا ہے۔" مسلمان اچانک اندر آ کر بولا۔

"ہاں بھئی بڑی لمبی آج ہم غریبوں کے لیے کپے دیکھ مل گیا۔" ماہ رخ کو پکڑوں سے انصاف کرتے ہوئے مسلمان غصہ چڑھا۔

"ہم اکثر غریبوں پر اس قسم کے احسان کرتے رہتے ہیں۔" ماہ رخ کی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ مسلمان کچھ دیر لڑا اسے گھور مارا پھر اچانک اس نے ماہ رخ کے آگے سے پلٹ اٹھا کر باہر زور لگا دی۔ ایک پل کے لیے وہ چہرہ ان رہی تھی اور اسے ہی بل ہوئی ہوئی مٹی سے باہر تھی۔

اندرا داخل ہوتے تیور کی پہلی نظر تیزی سے بولتی ہوئی ماہ رخ پر پڑی وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"کیسی بومانی؟"

"ہاں ٹھیک۔" وہ چپ ہو گئی۔

"سحر! شاپرڈ میرے بیک کے پاس رکھ آؤ۔" تیور نے پاس کھڑی سحر کو اشارہ دیکھاتے ہوئے کہا۔

"تیور! ایک بار پھر سوچ لیتے ابھی تو ہم ہیرے سے فارغ ہوئے ہو اور پھر اتنی دور کراچی جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" ماہ رخ نے حیرت سے مظفر صاحب کو دیکھا۔

"پاپا میں فارغ رہ کر کیا کروں گا کراچی والی جاب اچھی ہے اور پھر جب رزلٹ آجائے گا تو میں واپس لاہور آ جاؤں گا۔" تیور نے تسلی دینے والے انداز میں کہا تو بات ماہ رخ کی سمجھ میں آئی۔

"تیور بھائی! آپ کراچی جا رہے ہیں؟" اس نے حیرت سے تیور کو دیکھا۔

"ہاں ایک اچھی جاب مل رہی ہے سوچا کراچی کرنے میں کیا حرج ہے۔" وہ کچھ دیر تو حیرت سے تیور کو دیکھتی رہی پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں پانی سے بھرنے لگیں۔

مظفر صاحب اور تیور نے گھر آ کر ان کی طرف دیکھا۔

"تیور بھائی! آپ اتنی دور اکیلے کیسے رہیں گے اور میں



کیا کروں گی آپ کے بغیر۔" کہتے کہتے وہ رو پڑی۔ تیور جو بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا ایک دم ہنس کر اکر مظفر صاحب کی طرف دیکھا۔

"پاپا! بالکل باطل ہے۔"

"جیہا! تیور بچہ تو نہیں ہے نا وہ وہاں اپنے دوست کے ساتھ رہے گا اور اگر تیور جا رہا ہے تو میں تو ہمارے پاس ہوں نا۔" ان کی بات پر اس نے منہ سورتے ہوئے آنسو صاف کر لیے۔

\*\*\*

"کیا بار بار یہ کہیں بھی کہتی ہو ہیں۔" سدرہ نے پریشان کن لہجہ میں کہا۔

"جب سے کلاس شروع ہوئی ہیں تب سے اب تک سوائے کتابوں کو اٹھنے کے اور کیا ہی کیا ہے۔" عین نے بھی اپنی ہنسنے لگی۔

"مگر کتابوں کی بات کرتی ہو میں نے تو اس سائنس ڈپارٹمنٹ کے علاوہ کالج کا دوسرا حصہ بھی سمجھ طرح سے نہیں دیکھا۔" عروج بھی کافی اکتاہٹی ہوئی تھی۔

"وہ بے گارہ مار خاکیا بات ہے کچھ دنوں سے تم اپنے تیور بھائی کا ذکر نہیں کر رہیں۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تیور بھائی آج کل یہاں نہیں ہیں وہ کراچی چلے گئے ہیں جاب کے سلسلے میں۔" جب وہ بولی تو اداسی اس کے چہرے سے بھی جھلک نکلی تھی۔

"تم اداس ہو گئی ہو؟" عروج نے اسے متضلل دیکھ کر پوچھا۔

"بہت زیادہ ان کے بغیر مزہ بھی نہیں آتا۔"

"تو تمہارے سلمان بھائی نہیں؟" عین نے اس سے پوچھا۔

"لو سلمان بھائی تیور بھائی جیسے نہیں ہیں۔ تیور بھائی بہت اچھے ہیں جبکہ سلمان بھائی..." اس نے بری سی شکل بنائی۔

"انہیں سوائے مجھ سے لڑنے اور تنگ کرنے کے کوئی کام نہیں آتا، کل میری تیور بھائی سے بات ہوئی تھی۔" وہ انہیں تیور کی باتیں بتانے لگی، جبکہ وہ تینوں مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

\*\*\*

فرسٹ ایئر میں اس کے بہت اچھے مارکس آئے اور وہ میرٹ کے مطابق نمبر حاصل کرنے کے لیے اور اس محنت کر رہی تھی وہ بیٹن جانے کے لیے کپڑے پرست رہی تھی جب پیپے سے آئی آوازوں پر وہ گھبرا کر بیٹھ گیا جہاں سب دروازے کے گرد تیور کو گھیرے کھڑے تھے۔

"تیور بھائی!" وہ وہیں سے چلائی ہوئی ان لوگوں قریب آئی۔ اس کی اس حرکت پر تیور سمیت سب مسکرائے۔

دیکھیے۔

"کیسی ہومای؟"

"بالکل ٹھیک، آپ کیسے ہیں؟" ماہ رخ کے پوچھنے صرف مسکرایا۔

"تیور بھائی آپ نے کہا تھا کہ آپ ہر ماہ آئیں لیکن اتنے مہینوں میں آپ ایک بار بھی نہیں آئے۔" ہمیشہ کی طرح تیور کو دیکھتے ہی وہ شروع ہو جاتی تھی۔

"آپ وعدہ کر کے گئے تھے پھر بھی۔" اس کے منہ اس نے بے بسی سے مظفر صاحب کو دیکھا جو مزے سے رخ کی باتیں سن رہے تھے۔

"ہم نے اچھی تو ماہ رخ سے کم از کم آپ کی کلاس تو طرح سے لینی ہے۔" حرنے مسکرا کر پہلے ماہ رخ کو پھر کوری بھائی۔

"میں اسے شینی ایسے ہی تو نہیں کہتا۔" سلمان مسکرا کر اس کے سر پر چٹ لگائی۔

"بس جہاں کھڑے ہوتے ہو وہی لڑنا شروع کر دیتے کب سے میرا بچہ دروازے میں کھڑا ہے اسے اندر تو آؤ۔"

"وہ۔" حلیہ کی بات پر ماہ رخ نے شرمندگی سے تیور طرف دیکھا جو اب تنگ ایک بیگ زمین پر رکھے اور وہ ایک ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔

"تیور نے اس کے اور حرنے کے پاس ہونے کی خوشی اسے لاکٹ اور حرنے کو تاپس دیے تھے۔" رخشندہ نے انظر ماہ رخ کی طرف دیکھا جو لاکٹ پہن رہی تھی۔

"تیور بیٹا! یہ تو بہت مونگا ہو گا اس کی کیا ضرورت تھی۔" رخشندہ نے ایک بار پھر ماہ رخ کے گلے جگمگاتے ہوئے لاکٹ کو دیکھا۔

"جی جان اماں! نے اتنے اچھے مارکس لیے ہیں مجھے لیے میں نفٹ لیتا اور مانی کے لیے نہ لیتا یہ تو ہو نہیں اور جہاں تک منگنے کی بات ہے اس کو چھوڑیں میری۔"

امارت دی تو میں نے خرید لیا۔" اس نے مسکرا کر حرنے کو دیکھا۔

\*\*\*

"اچھا ماہ رخ! ایک بات تو بتاؤ تمہیں تیور بھائی کیسے لگتے ہیں۔" عروج نے تیزی سے نوٹس لکھتے ہوئے ماہ رخ کو دیکھا۔

"اچھے لگتے ہیں۔" وہ بدستور کام میں مگن تھی۔

"تم انہیں کیسی لگتی ہو؟"

"اچھی لگتی ہیں۔" وہ اب بھی ٹھیک طرح سے اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ سدرہ نے اس کے ہاتھ سے سین پر کیا تو اس نے غصے سے اسے کھوڑا۔

"مگر کیا پوچھ رہے ہیں پہلے اس کا جواب دو۔ تیور بھائی کیسے لگتے ہیں؟" اس نے جھنجھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

"کہہ تو رہی ہوں اچھے لگتے ہیں۔"

"اچھے لگتے ہیں کہ ان سے شادی کی جا سکے؟" سدرہ کے سوال پر اب وہ چوکی اس نے سنجیدی سے ان تینوں کے چہرے پر نظرو ڈالی جن کے چہروں پر دلی ہنسی تھی۔

"سدرہ وہ میرے بھائی ہیں۔" وہ نڈرے غصے سے ایل۔

"کزن ضروری نہیں بھائی، ہو کبھی کبھی وہ کچھ اور بھی آتے ہیں جیسے شین کا کزن اس کا منگیترا ہے۔" سدرہ کی بات پر غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"یہ ضروری نہیں شین کی کہ کزن اگر اس کا منگیترا ہے تو کزن کا منگیترا ہی بن جائیں۔" وہ غصے سے وہاں سے اٹھ گئی۔

اس دن تو بات آئی گئی ہو گئی، لیکن پھر ہر روز سدرہ کے اس کی ٹانگ پر ہوتا تھا۔ ماہ رخ اب ان سے کتراتے لگی تھی۔ اس دن بھی یہاں وہ لوگ پر پیکل کے لیے بیٹھے تھے۔ شین اپنے منگیترا کی بات کر رہی تھی جب بات ختم ہو گئی اس پر آری۔ وہ جھنجھلا کر کھڑی ہوئی لیکن شین نے اس پر پکڑ کر اسے واپس بٹھالیا۔

"اس طرح سے کب تک بٹھاؤ گی۔"

"تم کو کیا چاہتی ہو؟" ماہ رخ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس کا سر پھاڑ رہی تھی۔

"میں صرف یہ چاہتی ہوں تم یہ مان لو کہ تمہارا کزن اور میں پسند کرنا ہے۔" سدرہ کی بات پر وہ رو پڑی ہو

گئی۔

"سدرہ! پلیز مجھے پریشان مت کرو۔ وہ مجھے اچھے لگتے ہیں اور میں بھی لیکن جس طرح رنگ تم اسے دے رہی ہو وہ غلط ہے۔"

"چلو مان لیا میں غلط ہوں لیکن فرض کرو اگر وہ تم سے محبت کرتے ہوں تو؟" سدرہ کی بات پر وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ سدرہ نے ایک نظر اس کے ساکت چہرے پر ڈالی پھر بولی۔

"میرا مقصد تمہیں پریشان کرنا نہیں میں اتنے سالوں سے تمہارے ساتھ ہوں مجھے جو محسوس ہوا میں نے کہہ دیا۔ ہم بھی جو وائٹ ٹیلی میں رہتے ہیں۔ میرے کزن بھی ہیں لیکن مجھے کبھی کسی نے اتنا قیمتی نفٹ نہیں دیا۔" اس کا اشارہ ماہ رخ کے گلے میں پٹنے ہوئے لاکٹ کی طرف تھا۔

"تمہاری ہر چھوٹی سے چھوٹی بات تمہارے تیور بھائی کو یاد ہوتی ہے تمہارے منہ سے نکلنے والی ہر بات وہ پوری کرتے ہیں کیوں؟ جبکہ سلمان بھی ان کا بھائی ہے تمہارا کزن ہے وہ یہ سب کیوں نہیں کرنا؟" کچھ دیر ماہ رخ کا چہرہ دیکھنے کے بعد دوبارہ بولی۔

"سب تمہیں ماہ رخ کہتے ہیں صرف تمہارے تیور بھائی تمہیں مانتی کیوں کہتے ہیں۔" سدرہ کی بات پر اس کے ساکت چہروں میں جھنجھٹ ہوئی۔

"اس لیے ماہ رخ! کہ وہ تمہیں کسی اور نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک اندھے کو بھی نظر آجائے کہ تیور بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں۔ ہمیں محسوس ہونے لگا ہے چتا نہیں تمہیں آج تک کیوں بتا نہیں چلا۔ ان کے دور جانے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے تم اداس ہو جاتی ہو ان کے واپس آنے پر تم خوش ہوئی ہو اسے تم کا کوئی تم بھی ان سے محبت کرتی ہو۔" ماہ رخ نے سدرہ کی طرف دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔

"تمہیں یاد ہے ایک بار عروج نے تم سے پوچھا تھا کہ جب کبھی تمہیں کوئی براہم ہو تو سب سے پہلے تمہارے ذہن میں کس کا نام آتا ہے جو تمہارے خیال میں تمہاری مشکل حل کر دے گا۔ تب تم نے ایک سکاڑہ کا انتظار کیے بغیر تیور کا نام لیا تھا یا تھا نا؟" سدرہ نے اس سے تصدیق چاہی تو اس کا سر بے ساختہ اثبات میں ہل گیا۔

"تو اس سے کیا ظاہر ہو رہا ہے جس سے انسان سب سے



زیادہ محبت کرنا ہو جس پر اسے مان ہو وہی اسے معیت میں یاد آتا ہے اور ہمیں پیشہ تیمور بھائی یاد آتے ہیں حالانکہ تمہاری امی ہیں، تمہارے بڑے بابا تمہاری بڑی امی، سلمان بھائی یہ سب کیوں نہیں یہ بھی تو تمہارے اپنے ہیں؟

ماہ رخ بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔  
”مان لو ماہ رخ! کہ تمہارے تیمور بھائی تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان سے۔ کبھی ان کی آنکھوں میں جھٹاک کر دیکھنا۔ تمہیں پتا چل جائے گا اور اگر یہ نہ کر سکو تو اپنے دل میں جھٹاک لےنا وہاں سے تمہیں زیادہ صحیح جواب ملے گا۔“  
”سدرہ کی بات ختم ہونے پر اس نے نظر اٹھا کر سدرہ کو دیکھا اور ایک نظر خاموش بیچی مبین اور عروج کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحہ وہ اپنی کتابیں اٹھا کر تیزی سے کلاس روم سے باہر نکل گئی۔

کبھی بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ جو بات بار بار ہم سے کہی جائے نا چاہتے ہوئے بھی دل اس بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ قطرہ قطرہ اگر پتھر بھی پانی کی تار ہے تو اس میں بھی سورج ہو جاتا ہے وہ تو پھر ایک لڑکی تھی نرم و نازک جذبات رکھنے والی جس میں سب کی طرح چاہے جانے کی خواہش تھی۔ ناں کرے ہوئے بھی وہ تیمور کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ تیمور کو سونپنا اسے اچھا لگتا تھا۔ شروع میں اپنی ہی کیفیت سے ڈر لگتا تھا وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر پا رہی تھی لیکن سدرہ کی گفتگو نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اسے یہ احساس ہوا کہ وہ تو تیمور کو چاہتی ہے جانے کب سے۔ اس احساس سے وہ جیسے ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئی سب کچھ بہت خوب صورت لگنے لگا۔

تیمور شروع ہی سے اس کے لیے بہت اہم تھا اور اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی اس کے لیے اور کیا ہو سکتی ہے۔

”تیمور۔“ اس نے زرب اس کا نام لیا اور بے اختیار مسکرا دی۔

”شباب! یہاں آکیلے آکیلے مسکرایا جا رہا ہے۔“ سحر کی آواز پر اس نے گڑبڑا کر سر اٹھایا۔

”جیت؟“ ماہ رخ کے دیکھنے پر سحر شرارت سے مسکرائی۔

”کچھ نہیں میں پڑھ رہی تھی۔“ اس نے یکسرشی کے نوش اپنے آگے رکھ لیے۔

”اچھا! ویسے لگتا ہے آج کل یکسرشی کے نصاب میں لطف بھی شامل ہونے لگے ہیں۔“  
”کیوں؟“ ماہ رخ نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا چکی تھی سوچ کر پوچھی۔  
”میں سمجھتی تھی تو نہیں لیکن آکیلے چٹھہ مسکراتے والے کو لوگ پاگل سمجھتے ہیں۔“ سحر اس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

”تم اور کیا کر رہی ہو؟“ سحر نے پوچھا۔  
”کل ٹیسٹ ہے سوچا تھوڑی دیر بچت رہی بیٹھ جاتے ہیں۔“ اس نے سامنے دیوار کے پار ڈھپتے سورج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سحر نے اوپر کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھا جو بہت غور سے غروب ہوتے ہوئے سورج کو دیکھ رہی تھی۔ سورج کی کرنوں کا عکس اس کی آنکھوں اور چہرے پر بہت واضح تھا۔  
”ماہ رخ!“ سحر کے پکارنے پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”تم آج کل کون سی بیوٹی کریم استعمال کر رہی ہو۔“ ماہ رخ نے آنکھیں سنبھلتے ہوئے سحر کو دیکھا جو اتھالی سنبھل رہی تھی۔  
”نی ایل! تو کوئی نہیں لیکن کم کیوں پوچھ رہی ہو؟“  
”اس لیے کہ تم دن۔ دن عکس کی جارہی ہو۔“ سحر کے ہنسنے پر اس نے پاس بڑی فائل اس کے سر دے ماری۔  
”میں یہاں بڑھنے آئی تھی مجھے نہیں تھا پتا کہ تم کیوں کی طرح یہاں بھی پہنچ جاؤ گی۔“ سحر اس کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگی پھر سنبھل کر پوچھی۔

”اچھا گھورنا بند کرو! میں کہنے آئی تھی کہ تیمور بھائی تمہیں بلا رہے ہیں۔“ سحر نے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا تو اس نے سر اٹھا کر سحر کو دیکھا جو دیوار کے پار جھٹاک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک ساتھ کئی اہم جل اٹھے تھے۔

جب وہ نیچے پہنچی تو آواز بج میں مظفر صاحب کے علاوہ تیمور اور سلمان بھی تھے۔ وی دی پر پاکستان اور انڈیا کرکٹ میچ چل رہا تھا۔ پاکستان اور انڈیا کا میچ ہو اور وہ لوگ مس کر دیں یہ تو ناممکن باتوں میں سے ایک تھی۔ ان سب سے پہلی نظر سلمان کی پڑی تھی۔

”کہاں ہوئی ہو یا ر تم؟ پڑھائی کو تم نے ایسے سر پر کیا ہوا ہے جیسے اگر ایک مڈا کٹر نہ بنیں تو پاکستان کی

ہاں! شفا سے محروم رہ جائے گی۔“ ماہ رخ کو دیکھتے ہی وہ مارا ہو گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے مظفر صاحب کے پاس آئی۔  
”ہاں! بھی ڈاکٹر صاحب! تھوڑا سا وقت ہم بیماروں کے لیے نکال لیا کریں۔“  
”بڑے بابا! آپ بھی نا۔“ ان کے ڈاکٹر صاحب کئے پر وہ سب گئی۔

”سیری بیٹی نیچے آتی ہے تو رونق ہو جاتی ہے۔“ طلیہ نے جوس کا گلاس مظفر صاحب کو پکڑاتے ہوئے کہا۔  
”یہ اپنی دیکھو اسے آگاہ ہے اس لیے ایسا کرتی ہے۔“ اس دوران پہلی بار تیمور بولا وہ مسکرا دی۔  
”بابا! آپ کی دوائی۔“ سحر نے دو نیپلنس اور پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا تو انہوں نے بڑی سی شکل بنا کر دیکھا۔

ماہ رخ نے غور سے ان کی زرد رنگت کو دیکھا وہ پہلی بہت کمزور بھی لگ رہے تھے۔

”بڑے بابا! آپ کی طبیعت خراب ہے؟“ اس نے ایک دم پریشان ہو کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔ مظفر صاحب اس کے ہاتھ لے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔  
”ارے یہ لوگ تو ایسے ہی پاگل ہو گئے ہیں تھوڑی سی طبیعت خراب ہو جائے تو چاہتے ہیں بستر سنبھال لوں۔“  
”بابا! اب میں تھوڑی دیر لیٹوں گا تم بھی رخصتی کو زیادہ سو سواری مت کیا کرو۔“ انہوں نے اس کے سر پر چیت لگاتے ہوئے کہا۔

میچ کے شروع ہوتے ہی سحر بھی وہاں آگئی۔ اب وہ اس انہماک سے میچ میں گم تھے جبکہ وہ پورے کاشکار ہو گئی تھی۔ میچ میں اس کی دلچسپی پیشہ سے کم تھی۔ ماہ رخ نے نظر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے تیمور کو دیکھا جو میچ دیکھنے میں مگن تھا۔

”تیمور بھائی واقعی بہت پیٹنڈم ہیں۔“ اس نے بے ارادہ دل میں سرایا۔

”ہاں! بھی تمہاری پڑھائی کی جارہی ہے۔“  
”پاگل ٹھیک۔“ تیمور اٹھ کر اس کے پاس جگر بیٹھ گیا وہ غیر محسوس طریقے سے پیچھے ہٹی۔ تیمور نے اس کی لاشائیں نوٹیں نہیں لیا تھا۔ وہ نارمل انداز میں اس میں گرنے لگا کہ فون کی بیل بجی جسے سن کر تیمور اٹھ اٹھا اس کے جاتے ہی وہ بھی کھڑی ہو گئی۔

”ہاں! جارہی ہو؟“ سلمان نے اسے اٹھتے دیکھ کر

پوچھا۔ ”آپ میچ دیکھنے میں مصروف ہیں میں بہت دیر تک یہ رشتہ نہیں کر سکتی ورنہ میرے سر میں درد ہونے لگے گا۔“  
”بڑی ہی پور لڑکی ہو۔“ اس کی بات سن کر سلمان بولا۔  
”وہ مسکرا کر میٹھیوں کی طرف آگئی۔

\*\*\*

”یارا یہ میٹڈک کی چیز بھائی کتنا مشکل کام ہے۔“ ماہ رخ کی گھبراہٹ ہوئی آواز پر عروج نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

”اٹا مشکل بھی نہیں جتنا تمہاری شکل سے لگ رہا ہے۔“

پھر بھی دیکھو نا ایک معصوم سا جانور اسے دو منٹ میں چر بھاڑ کر رکھ دو اور پھر اتنا گندہ کام۔“ ماہ رخ نے بری سی شکل بنائی۔ ”آج تک تو ایسا ہی ہوا آ رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور طریقہ تمہاری نظر میں ہے جس سے آ رہی ہیں کچھ میں آجائے اور تمہارے اس معصوم جانور کی چیز بھاڑ بھی نہ ہو تو پتہ پتا دو۔“ میڈیکل سائنس کی، سٹری میں تمہارا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا اور بے چارے میٹڈک اور اس کی آنے والی سلیس تمہیں دعائیں دیتی رہیں گی۔“

”تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔“ ماہ رخ نے غصے سے فائل کھول لی۔

”ویسے! کہیں کی بات ہے تمہیں میڈیکل میں نہیں جانا چاہیے یہاں میٹڈک کو دیکھ کر تمہارا یہ حال ہوتا ہے تو جب انسان کی چیز بھاڑ کر پڑی۔“

”تو ڈاکٹر صاحب! کونسا میٹڈک میں مریض کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئی؟“ اب اس کی علاج کی اشد ضرورت ہے۔“ سدرہ کی بات پر مبین اور عروج کا قبضہ بے ساختہ تھا جبکہ وہ کھیالی ہو کر مسکرا دی۔

”ویسے تم اتنی بہت کا کام کر کیسے رہی ہو؟“ عروج نے اپنی مسکراہٹ روکنے ہوئے پوچھا۔

”بڑے بابا اور تیمور بھائی چاہتے ہیں کہ میں ڈاکٹر بنوں۔“ ماہ رخ کی بات پر ان کی ”او“ بہت واضح تھی۔

”تیمور بھائی کی خواہش ہے“ اسی لیے مجھے تمہاری جان سے اس کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش میں ہیں۔“ سدرہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے سر کو دھسایا۔



”جو بھی سمجھ لو۔“ وہ بھی مسکرا دی۔

”وہی آج کل کیا صورت حال ہے؟ میرا مطلب ہے تیور صاحب نے کوئی اظہار محبت کا فقرہ بولا۔“ شبن نے بڑے اشتیاق سے ماہ رخ کی شکل دیکھی تو ماہ رخ نے لٹی میں سر ہلایا۔

”مجھے نہیں لگتا کہ تیور بھائی مجھ سے ویسے پیار کرتے ہیں۔ ان کا رویہ بالکل دبا ہے جیسے پہلے تھا وہ تو جب بھی مجھے دیکھتے ہیں۔ یہی پوچھتے ہیں تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے، دھیان سے پڑھنا دیکھو وغیرہ۔“ ماہ رخ کا انداز کافی مایوس کن تھا۔

”اب تمہارے سوچنے کا انداز بدلا ہے تو ضروری نہیں اگلے ہندے کو بھی اس کا احساس ہو گیا ہو اور پھر تم خود ہی تو کہتی ہو وہ کافی بچیدار ہیں۔ وہ اگر تمہارے پیارے میں اتنے کیرنگ ہیں تو یہ ان کے پیار کا انداز ہو گا ضروری تو نہیں ہر ہندہ زمین کے منقبت کی طرح آبی لوہو لپکتا پھرے۔“ سدرہ کے کہنے پر شبن نے اپنی فائل اسے پیچھ مار دی۔

”سرخ چنبیر کر مسکرا دی۔

”میرا مطلب نہیں تھا۔“

”یہ مطلب نہیں تھا تو بس شبن مت لو۔ تم دونوں کے درمیان تو کوئی طالع سماج بھی نہیں۔ اس لیے اللہ اللہ خیر صلا۔“ سدرہ نے ہاتھ بھاڑتے ہوئے بات چینی کی۔

”وہی ماہ رخ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ اب تم مدد مانو کہ ہی لو۔“ اس نے اپنے منگھٹے کا ذکر کیا۔ ”جب تمہاری منگھٹی نہیں بھی ہوئی تھی تو اگر میں اسے اچھی لکھی تھی تو وہ اس کا اظہار بھی کرنا تھا۔ اس نے ہی مجھے بتایا تھا کہ سرخ رنگ مجھ پر سوٹ کرنا ہے۔“

”اچھا۔“ شبن کی بات پر سدرہ شرارت سے بولی۔

”لیکن وہ قطعی متاثر نہیں ہوئی تھی لیکن تیور بھائی نے مجھے تو بھی نہیں کیا کہ میں کس طرح میں اچھی لکھی ہوں۔“ ماہ رخ نے کالی پریشانی سے ان تینوں کو دیکھا۔

”اگر نہیں کہتا تو ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرواؤ۔ جب تیار ہو تو ان سے پوچھو یہ فکر تم پر کیا لگ رہا ہے سو سمجھیں۔“ سدرہ نے چٹکی بجا کر اس کا مسئلہ حل کیا۔

”آج ماہ رخ ہمیں نمٹ دے رہی ہے۔“ عروج کی بات پر وہ دونوں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

”کیونکہ ماہ رخ خالہ بن گئی ہے۔“

”مبارک ہو ماہ رخ لیکن تمہیں کیسے پتا چلا؟“ سدرہ

نے ماہ رخ کو مبارکباد دینے کے بعد عروج کو دیکھا۔

”لو ہم دونوں ایک ہی اسٹریٹ پر رہتے ہیں اور آکھٹے آتے ہیں اتنی خیر رکھنا تو میرا حق ہے۔ اچھا یہ بتاؤ بھائیجا ہے یا بھائیجی؟“

”بھائیجا، کل رات کو شیراز بھائی کا فون آیا تھا۔ اسی اور بڑی امی تو کل سے وہاں کن ہوئی تھی آج ہم سب جا سکیں گے۔ مجھے یقین ہے میرا بھائیجا بہت خوب صورت ہو گا۔“ ماہ رخ نے بڑے پیار سے اس کا ذکر کیا۔

”ہاں اگر اپنے بڑے ماموں پر گیا تو۔“ شبن نے شرارت سے ماہ رخ کو دیکھا اس سے پہلے کہ ماہ رخ جو لمبی کارروائی کرتی تھیں نے دوڑ لگا دی۔



”ماہ رخ! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ بھائی ہمیں لینے کے آئے والے ہیں۔“ سحر کے کہنے پر وہ تیزی سے اپنے کمرے میں آئی۔ وارڈ روب کھول کر کتنی دیر تک وہ چنگ کے ہوئے اپنے کپڑوں کو گھورتی رہی۔ آج سے پہلے اسے کپڑوں کی سلیکشن میں کسی بھی اپنی مشکل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آج وہ اچھا لگنا چاہتی تھی۔ کسی خاص شخص کے منہ سے اپنے لیے خاص جملہ سنا چاہتی تھی۔ تیار ہو کر وہ نچے آئی۔ سحر ابھی تک باہر نہیں آئی تھی تیور کی گاڑی کا بارن سن کر وہ ایک دم کھڑی ہوئی اگرچہ اس نے بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا تھا صرف پیچنگ ایئر کنڈکٹر اور چوڑیوں کا اضافہ کیا تھا اپنے شاؤنڈر کاٹنوں کو بیکش کی طرح بٹلے رہنے دیا تھا لیکن پھر بھی وہ نروس ہو رہی تھی تب ہی تیور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

”مائی یا تم تیار ہو؟ سحر سے کو جلدی سے باہر نکلے تیور نے جگت میں اسے دیکھا اور بچن میں چلا گیا۔ آپا پل کے لیے وہ چپ رہ گئی۔ تیور چند لمحوں بعد باہر آیا۔ سحر دروازہ لاک کر کے باہر آجاؤ چلو مائی۔“ اس اونچی آواز میں سحر کو کہتے ہوئے اسے مخاطب کرنا دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ جو کسی خوب صورت مینڈل ہتھکڑی تھی ایک دم اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔ اس کے ساتھ وہ باہر آئی گیت کے پاس پہنچ کر سحر کو دیکھا کہ کام سے اندر چلی گئی۔ تیور گاڑی کے ساتھ ٹھیک لگا کر تھا وہ اس سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔

”سحر نہیں آئی؟“ تیور نے ماہ رخ سے پوچھا۔

”وہ بڑی امی نے اپنے کپڑے منگوائے تھے وہ لینے گئی ہے۔“ اس نے سحر کے جواب دیا تو تیور خاموشی سے کی رنگ انگلی میں کھمکانے لگا۔

”تیور بھائی! آخر اس نے ہمت کر کے اسے مخاطب کر لیا۔

”ہوں۔“ وہ اب بھی گیت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”میں کیسی لگ رہی ہوں؟“ تیور جھپٹے سے اس کی طرف مڑا۔ ایک لمبے لمبے اس کی آنکھوں میں حیرت اور آبی اور ہونٹوں پر بیم سی مسکراہٹ بھی لیکن اگلے ہی لمبے وہ کل کر مسکرایا۔

”بیکش کی طرح بہت اچھی۔ چلو اب جلدی سے گاڑی میں بیٹھو سحر کو گیت سے باہر آنا دیکھ کر وہ جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے لیے میں کچھ ایسا خاص نہیں تھا بیکش کی طرح وہی انداز جیسے وہ کسی بچے سے مخاطب ہو۔

”چلو ماہ رخ۔“ سحر کے کہنے پر چارو ناچار گاڑی کا پیچلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ سارا راستہ وہ آنسو پینے میں مصروف رہی۔

”تیور بھائی تو مجھے ایسی نظر سے نہیں دیکھتے تھے میری تعریف کرتے ہیں جیسے شبن کا کزن کرنا ہے میں ہی پاگل ہوں۔“ اس نے غصے سے اپنے ہاتھ میں بیٹی پوڑیوں کو دیکھا اس کا دل چاہا ساری پوڑیاں امار کر پیچنگ دے لیکن گاڑی کے رکتے ہی اسے اپنے اس خیال کو دور کرنا پڑا۔ وہاں باہر سے باہر اور مسلمان پہلے سے موجود تھے۔ وہ سب شیراز سے ملنے کے بعد تانبے کے کمرے میں آگئے۔ تیور نے جاتے ہی تانبے کے پتے کو اٹھا لیا۔

”تیور بھائی! اس کے ہاتھ پاؤں کتنے پھوٹے پھوٹے ہیں وہ بڑے اشتیاق سے اس کے پھوٹے پھوٹے پاؤں کو چھو رہی تھی۔ ایک مسکراہٹ سب کے لبوں کو کھلی۔ تیور نے غور سے اس کے پر خوش چہرے کو دیکھا۔

”ای وقت مظفر صاحب نے ایک نظر تیور ماہ رخ اور سلمان کو دیکھا اور تانبے کے کان میں کچھ کہا اس نے حیرت ان تینوں کو دیکھا اور مسکرا دی۔

”بھائی! ایسا نہیں لگتا یہ پورا الجھ پر کیا ہے۔“ سلمان نے اس سے بچے کو دیکھا۔

”اے یہ تو اتنا پیارا ہے۔“ ماہ رخ کے کہنے پر

سلمان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا میں پیارا نہیں؟“

”حد سے خوش لگی کی۔“ اس نے چڑایا۔

”چلو تیور اس کا نام تم رکھو۔“ شیراز کے کہنے پر وہ حیران ہوا۔

”میں؟ نہیں یا یہ تم لوگوں کا کام ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

”کیوں؟ تم اس کے ماموں نہیں ہو تم بتاؤ گے۔“ کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ”مومن“

”زبردست! مجھے پہلے ہی پتا تھا تم جو سوچو گے اچھا سوچو گے؟ شیراز نے مسکرا کر تیور کو دیکھا۔ ”کل آئی بھی یہی نام ہے رہی تھیں۔“ تانبے نے اپنی ساس کا ذکر کیا۔ کال بیل کی آواز پر شیراز باہر نکل گیا جب وہ واپس آیا تو ایک لڑکا اس کے ساتھ تھا۔

”ارے طلحہ! آؤ تم کہاں سے راستہ بھول گئے۔“ تانبے نے آنے والے کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ ”بھائیجی جی! راستہ بھول گیا ہو تو میاں کیسے پہنچتا۔“ وہ سڑختی سے بولا۔

”بھائی! یہ طلحہ ہے شیراز کے بچا کا بیٹا آپ شادی میں اس سے ملے تو ہوں؟“ تانبے نے تعارف کر لیا۔

”کیلے آئے ہو؟“ تانبے نے پوچھا۔

”میں؟“ مئی بھائی ساتھ ہیں۔“

”ایکسکیوز می! اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ ماہ رخ ہیں۔“ ماہ رخ نے مڑ کر دیکھا۔

”جی نہیں آپ غلطی نہیں کر رہے، میں ماہ رخ ہی ہوں۔“ وہ جواب دے کر دیوار ملی وی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”میں نے آپ کو تانبے بھائی کی شادی پر دیکھا تھا تب آپ چھوٹی سی تھیں۔“ اب ماہ رخ نے قدرے غصے سے اسے دیکھا۔

”میرا خیال ہے دو سال میں انسان بڑا ہوتا ہے جاتا ہے۔“ اس کے غصہ کرنے پر وہ کل کر مسکرایا۔

”آپ اب بھی وہی ہیں۔“

”کیا مطلب ہے آپ کا؟ اس دوران میرے سر پر سیگنل نکل آئے ہیں؟“ طلحہ تہمتہ لگا کر نکل دیا۔

”میرا خیال ہے آپ پاگل ہیں۔“

”جی نہیں میں آری میں لیفٹیننٹ ہوں۔“



وہ پیر بیٹھے ہوئے پکن کی طرف چلی گئی۔ طلحہ کی نظروں نے آخر تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

\*\*\*

دعا کرنے کے بعد اس نے حجرے میں جھکا اپنا سر اٹھایا۔ بیڑھوں پر قدموں کی آواز پر اس نے تیزی سے جائے نماز کو سمیٹا اور آنکھیں صاف کرتے ہوئے لاؤنج میں آگئی۔ جہاں ٹھکے ہوئے چہرے کے ساتھ رخشندہ بیٹھی تھیں۔

”ای! بڑے پلپا اب کیسے ہیں؟“ وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔

”پہلے سے بہتر ہیں۔“ انہوں نے صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”ای! میں کب ان سے ملنے جاؤں گی۔“ آنسو اس کی آنکھوں سے چھلکے پڑ رہے تھے۔

”ماہ رخ! بڑا اڑتے نہیں۔ دو دن سے نہ کھاری ہو نہ پی رہی ہو! اپنا حال دیکھو۔“ انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

”آج بھائی صاحب آ رہے ہیں تم مل لینا اب کچھ کھا لو۔“

”ابھی مجھے بھوک نہیں، جب بڑے پلپا آجائیں گے پھر کھاؤں گی۔“ اس کے دو ٹوک جواب پر رخشندہ نے بے بسی سے اس کا چہرہ دیکھا اور شام کو مظفر صاحب جب کھر پر آئے تو وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھیں۔

”ارے ماہ رخ! میری گڑیا آگئی۔“ اسے دو دن سے میری آنکھیں ترس گئی تھیں تمہیں دیکھنے کو۔“ اسے دیکھتے ہی مظفر صاحب نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے تو وہ ان کے سینے پر لگ گئی۔

”ماہ رخ! میں کیا سن رہا ہوں تم دو دن سے کھانا نہیں کھا رہی تھی! بری بات ہے بیٹا! کوئی کھانے سے بھی ناراض ہو تا ہے اب کھانا کھاؤ گی؟“ مظفر صاحب کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”علیہ! سلمان کو آواز دو۔“ کچھ دیر بعد سلمان ان کے سامنے تھا اس کی آنکھیں اور چہرہ سرخ تھا شاید وہ رویا تھا۔

”سلمان! ادھر آؤ تم تو میرے ہمارے بیٹے ہو۔“

انہوں نے ایک نظر سب میری بات دھیان سے سنیں سلمان اور ”آپ سب میری بات دھیان سے سنیں سلمان اور تیور! تم لوگ کوشش کرنا بھی تم لوگوں کی وجہ سے

تمہاری ماں اور تمہاری بہنوں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ تمہاری چچی تمہاری ماں کی طرح ہے ان کا بالکل اسی طرح احترام کرنا جیسے تم اپنی ماں کا کرتے ہو اور حرا! تم اپنے بھائیوں سے ہر چیز پورے حق سے لے سکتی ہو یہ تمہیں منع نہیں کریں گے اگر یہ واقعی میرے بیٹے ہیں۔“

”پلپا۔“ تیور نے بولنا چاہا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

”ایک بات اور،“ آپ سب کے دلوں میں میرے لیے پیار اور احترام ہے تو میری اس بات کو پیشہ پاد رکھنا کہ کبھی تم لوگ تیور کو تکلیف نہیں دو گے۔ اگر کبھی کوئی تیور کو تکلیف دے گا تو وہ سمجھ لے کہ اس نے مجھے تکلیف دی ہے۔“ پھر انہوں نے ماہ رخ اور حرا کو پاس بلا کر ان کا ہاتھ چوما۔

”آپ لوگ اب جائیں، کھانا کھائیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ سب کے جاتے ہی انہوں نے تیور کی طرف دیکھا جس کا سر جھکا ہوا تھا اور ضبط کے بارے اس کا سارا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اچانک انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

”بھئی کبھی میں سوچتا تھا تیور! کہ تمہارا نہیں میری کسی نیکی کا صلہ ہو م میرے ایسے بیٹے ہو جس پر میں بھلا طور پر غور کر سکتا ہوں۔ تم جب بڑے ہوئے تو مجھے لگنے لگا تھا میں ایک بار پھر جوان ہو گیا ہوں۔ تم کو کچھ کر میرا حوصلہ بڑھاتا تھا اور جب تمہیں دوسروں کے لیے اپنی خواہشیں دیتے تو سوچتا میں اپنے بیٹے کی تکلیف کو پاٹ لوں گا۔ لیکن اب ایسا لگتا ہے شاید میں یہ سب نہ کر سکوں۔“

”پلپا! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔“

”تیور! پکیز بیٹا! میری بات سنو۔ یہ باتیں میں کسی اور سے نہیں کر سکتا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں تمہیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں آج تک میرے کے بغیر تم سب کا خیال رکھتے رہے ہو۔ لیکن پھر بھی حرا اور تانیہ کبھی محسوس نہیں ہونا چاہیے ان کا باپ نہیں ہے۔ سلمان لاہروا ہے لیکن مجھے یقین ہے اسے سنبھال لو گے۔ سب سے اہم بات یہ کہ یہ سب تو تمہارے اپنے ہیں لیکن رخشندہ اور ماہ رخ! انہیں بھی یہ محسوس نہیں ہونا چاہیے وہ اکیلے ہیں یہ گھر ان کا نہیں۔ تیور! ماہ رخ مجھے بہت عزت ہے میں نے اپنے مرے ہوئے بھائی کی میت پر بیٹھ کر خواہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں حرا اور تانیہ سے زیادہ ماہ رخ سے پیار

کروں گا۔ اس کے منہ سے نکلنے والی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ اب تک میں نے اپنا وعدہ نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اب میری تم سے درخواست ہے تم اس کا خیال رکھنا۔ یہ سب میں تم سے اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ میرے علاوہ وہ تم سے زیادہ قریب ہے اور تم اس سے زیادہ اس کو سمجھتے ہو۔“ انہوں نے غور سے تیور کا چہرہ دیکھا۔

”کوشش کرنا وہ کبھی نہ روئے کیونکہ جب جب وہ روئے گی مجھے تکلیف ہوگی۔ چاہے میں قبر میں ہی کیوں نہ ہوں! اور وہ اونچا پورا مرد خود پر قابو نہ پا کر قہارہ خود بھی رو پڑے۔“

”کوشش تو تھی اپنے سارے بچوں کی خوشیاں دیکھنا۔ حرا اور ماہ رخ کے فرض سے سکدوش ہو گیا لیکن پتا نہیں۔ ایسا لگتا ہے۔“ انہوں نے انہیں بات مکمل کرنے نہیں دی۔

”تم تو ساری عمر میری آنکھوں کی ٹھنڈک رہے ہو خدا تمہاری ہر خواہش پوری کرے۔“ انہوں نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ تیور تم سب کا خیال رکھنا۔“

”اور پلپا! میں؟“ تیور نے بڑے دکھ سے پوچھا۔

”تم؟“ انہوں نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا۔

”میں بہت خود غرض ہو گیا ہوں۔ ساری ذمہ داریاں تم پر ڈال رہا ہوں۔ لیکن تمہارے ساتھ میری دعا میں ہیں۔ جس طرح ساری عمر تم نے مجھے سکون دیا ہے اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ تمہاری ہر مشکل آسان کرے گا، تمہاری ایک خواہش مجھ پر ادھار تھی شاید میں پوری نہ کر سکوں لیکن میری دعا ہے تمہاری وہ خواہش اپنی پوری خوب صورتی کے ساتھ تمہیں ملے۔ تمہیں اللہ ایسا سامی دیے جو صحیح معنی میں تم سے محبت کرنا ہو جس کا ساتھ تمہاری ساری تکلیفیں تمہارے سارے دکھ سمیٹ لے۔ تیور مجھ سے وعدہ کرو ورنہ مجھے سکون نہیں ملے گا۔“ تیور نے خود کو سمیٹتے ہوئے ان کے کمزور چہرے کو دیکھا جہاں امید کا ایک جہان آباد تھا۔

”میں وعدہ کرنا ہوں پلپا! میں آپ کی ہر خواہش پوری کروں گا ہر صورت میں اور آپ پلپا آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔“ اس نے ان سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

”سدا خوش رہو۔ جاؤ تم بھی آرام کرو اور لائٹ بند کرنا۔“ وہ تنگھے تنگھے قدموں سے لائٹ بند کر کے باہر نکل گیا۔

\*\*\*

بچے سے آتی بچوں کی آواز پر اس کا دل زور سے کانپا پھر وہ تنگے پاؤں نیچے کی طرف بھاگی۔ مظفر صاحب کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اسے اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر اپنی روتی ہوئی ماں پر پڑی۔ جو باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھیں۔ جو اسے محسوس ہو رہا تھا وہ اسے محسوس کرنا نہیں چاہتی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر بیڈ پر سات لیکن پر سکون انداز میں لیٹے مظفر صاحب پر پڑی۔ تانیہ بھی وہاں آ بیٹھی تھی۔ حرا اور علیہ ان کے سر ہائے بیٹھے اونچی آواز میں دور رہتے تھے۔ سلمان ان کے پیروں پر سر رکھے رو رہا تھا۔ تیور دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سات نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر غور سے مظفر صاحب کے پر سکون چہرے کو دیکھا، اچانک اس کا سر نفی میں ہلا، وہ اسی طرح باہر نکل آئی۔

”ای! بڑے پلپا سو رہے ہیں۔“ وہ ان کے قریب کھڑی ہو گئی۔ رخشندہ نے روتی ہوئی نظروں سے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔ چہرے کی طرح اس کی آنکھیں بھی بے تاز تھیں۔ انہیں خوف سا محسوس ہوا اس کے مزاج کی شدت کو وہ جانتی تھیں اور مظفر صاحب سے تو وہ بے انتہا پیار رکھتی تھی۔

”ماہ رخ۔“ انہوں نے قریب جا کر اس کا چہرہ تھام لیا۔

”مٹا! تمہارے بڑے پلپا۔“

”شش۔“ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں بولنے سے روکا۔ ”بڑے پلپا سو رہے ہیں۔“ وہ اپنے چہرے سے ان کے ہاتھ ہٹا کر دوبارہ بیڑھوں کی طرف مڑ گئی۔ اسے اپنے قدموں سے جان تکلی محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک وہ گرجنی آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس نے اپنی ماں کی چٹختی ہوئی آواز سن لی تھی اور کئی گھنٹے بعد ہوش میں آئی وہ باگلوں کی طرح باہر کی طرف دوڑی تھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر مظفر صاحب کی میت کے سر ہائے بیٹھی تانیہ پر پڑی جو بے تحاشا رو رہی تھی۔ وہ چلتی ہوئی ان کے قریب آئی اس نے ساکت لیٹے مظفر صاحب کو دیکھا اور ان پر تھکی۔

”بڑے پلپا! انہیں دیکھیں سب کتنا پریشان ہو رہے



ہیں۔ "تایہ اچھ کر اس کے قریب آئی۔  
"ماہ رخ اپنا نہیں اچھ کے۔" اس نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"اچھ گے تائیہ بائی! میں کوئی تو ضرور اچھ گے۔" وہ اس کے ساتھ لگی گئی۔ کچھ دیر بعد شاید اپنی کسی ہوئی بات ناممکن نظر آئی تو وہ چیخ کر رونے لگی۔ اس کو اس طرح روتا دیکھ کر وہ سروس کے آنسوؤں میں بھی روتی آئی۔ جنازے کے جاتے ہی سب آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔ صرف وہ اور حرز میں رہ گئے تھے۔ شام کے سائے چیل چکے تھے جب تیور اور سلمان گھر میں داخل ہوئے تھے۔ وہ دونوں سیدھا خان کی طرف آئے تھے۔

"ہائی! اگر تمہیں پیلا سے چار تھا تو اب تم نہیں روؤ گی۔ اگر تم سب اس طرح روؤ گے تو انہیں کتنی تکلیف ہو گی۔" ماہ رخ کو اس دوران پہلی بار کسی قیمتی چیز کے کھو جانے کا احساس ہوا تھا اس نے نظریں اٹھا کر تیور کی طرف دیکھا اور اگلے ہی لمبا پٹا اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"تیور بھائی! بڑے پیلا کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں چلے گئے۔ انہوں نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔ مجھے اب پیار کون کرے گا۔ میں جو اتنی ذمہ داری بائیں ان سے کر رہی تھی۔ اب کس سے کروں گی؟ میں بڑے پیلا کے کوئی بھی نہیں کوئی حق نہیں تھا پھر کیوں وہ مجھے دوبارہ تیار ہونا گئے۔" وہ بری طرح سے رونے لگی اور وہ جو کب سے ضبط کر رہا تھا اس کا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر ماہ رخ کے بالوں میں جذب ہونے لگے تھے۔ دائیں طرف کھڑے سلمان اور حرکی سسکیوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اگلے ہی لمبا وہ ماہ رخ کو خود سے الگ کر کے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا۔

\*\*\*

کسی کے نہ ہونے سے زمانے کی رفتار پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہی کوئی حادثہ کھڑی کی سوسپوں کو روک سکتا ہے۔ ان لوگوں کی زندگی بھی رکی نہیں تھی۔ لیکن ان کی زندگی میں سے خوشنما رنگ کم ہو گئے تھے۔ جہاں سلمان کی شرارتیں تھیں، حرکی مسکراہٹیں تھیں، ماہ رخ کے قہقہے تھے، وہاں اب صرف سناٹا تھا۔ اب وہ سب ایک دوسرے سے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ عجیب روکھی

پھلکی سی زندگی تھی۔ آج منظر صاحب کو گزروے چار ماہ ہونے کو آئے تھے۔

اور اس عرصے میں اس نے بہت سی باتوں کو سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے اب سے پہلے صرف یتیم کا لفظ سن رکھا تھا۔ یہ کیسا احساس ہے اس کا اور اک اسے اب ہو رہا تھا۔ اس نے ہوش سنبھالنے ہی بڑے لمبا کو دیکھا تھا۔ بے انتہا چاہت ملی تھی اسے! اتنی محبت اور شفقت تو اسے اپنی ماں سے بھی نہیں ملی تھی۔ اس کی ہر خواہش کو وہ پورا کرتے تھے۔ جو چیز اس کی ماں اس کو پیش سے سمجھاتا چاہتی تھیں وہ خود بخود اس کی سمجھ میں آ جاتی تھی۔ جب ضدیں پوری کر کے ولانا رہا تو وہ کس سے شد کر گئی۔ ایک خوف سا اس کے اندر بیٹھ گیا تھا عدم تحفظ کا احساس۔

"ماہ رخ" وہ جو کھڑکی سے پیشانی ٹکائے اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔ رخشندہ کے پکارنے پر چو گئی۔

"ایسے کیوں کھڑی ہو؟" انہوں نے قدرے تشویش سے پوچھا۔

"اٹکے سی۔" وہ مسکرا دی۔

"اچھا چلو کھانا کھاؤ۔" کھانے کے دوران اس نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"ہی! نیچے کیوں گئی تھیں سب خیریت تھی ناں؟" انہوں نے کمراساں لیا۔

"جیتا نہیں جب وقت خراب ہو تو ساری پریشانیوں ایک ساتھ کیوں آتی ہیں۔" ان کا لہجہ افسردہ تھا۔

"کچھ کے سارے خرچ اپنی جگہ ہیں اور وہاں سے تیور کی جانب بھی ختم ہو گئی ہے۔ بھائی صاحب کی ہینشن میں گزارا بہت مشکل ہے۔ اب تو جو بیٹے بیک میں ہیں وہی نکلا کر کھا رہے ہیں۔ تم سب کی تعلیم اور کھر سو خرچے ہیں۔ وہ بچے چار سارا دن پتا نہیں کہاں کہاں خوار ہوا ہے۔ اب فون اور بجلی کا بل آیا تھا۔ میرے پاس پیسے تھے

بھابھی کو کہا کہ میں دے دیتی ہوں انہوں نے جی سے منع کر دیا کہ تیور برمانے گا۔ اب مجھے مجھ میں نہیں آتا اس بچے کا کیا تصور ہے جو ساری ذمہ داری اس پر ڈال دیں۔" آخر میں ان کی آواز بھرا گئی تو ماہ رخ کی آنکھیں بھی پھٹنے لگیں۔

\*\*\*

شام کو وہ حیرت سے کالج کی باتیں کر رہی تھی کیونکہ آج

ادھری تھی، سمجھی تیور اندر داخل ہوا تھا۔  
"اسلام علیکم" اس نے بلند آواز میں سلام کیا۔  
"ہیسی ہو مائی؟" ہمیشہ کی طرح اسے دیکھتے ہی تیور نے

"کلیک ہوں۔" وہ مسکرائی۔  
"کرا پلیر ایک گلاس پانی۔" اس نے حیرت سے کہا تو وہ

ان میں چلی گئی۔  
"اور ہائی! تمہارا رزلٹ کب آ رہا ہے؟"

"وہاں تک۔"

"میں اچھے رزلٹ کی امید رکھوں؟" اس نے مسکرا کر

ایا۔  
"ہی! اب کچھ روپے ہیں خرچ کے لیے۔" اس نے

کے پیچھے ہی انہیں کچھ روپے دیے۔ "اور بل آگئے؟"

ماہ رخ نے پیسے پکڑنے کے بعد پوچھا۔  
"ہی فون اور بجلی کا آیا ہے۔"

"کلیک ہے۔" جتنے دسے دیں میں جمع کروا دوں گا۔"

نے جو تے اتارے ہوئے کہا اور دونوں ٹانگیں سینٹر

لے کر رکھ کر صوفے پر نیم دراز ہو کر بیٹھی دیکھنے لگا۔ ماہ

نے نظریں اٹھا کر تیور کو دیکھا جو پہلے کی نسبت کافی

اور ہو رہا تھا۔ ابھی بھی وہی دیکھنے کے ساتھ علیحدگی

کی ان رہا تھا اور ساتھ تسلیاں بھی دے رہا تھا۔ ایک دوی

کا ٹوڈو کھانا کران کا مستقبل روشن کر رہا تھا۔

میں یہ کیوں بھول گئی تھی کہ تیور بھائی تو میرے پاس

اب بھی کوئی ہے جو مجھے پیار کرتا ہے۔" سمجھی تیور

اس کی طرف دیکھا۔  
"جیتا" اس نے غور سے کیا دیکھ رہی ہو؟" تیور کے

پہرہ گڑبڑا کر رہ گئی۔  
"ہی! وہیں آپ کے لیے چائے بناؤ؟"

کے، "ہیسی اور پوچھ پوچھ۔" وہ جلدی سے کچن کی

والی۔  
"وہ چائے لے کر آئی تو سلمان بھی اچکا تھا۔"

اس نے کپے کر سلمان کی طرف مڑا۔  
"لو پیسے۔ تم نے فیس کا کما تھا۔" تیور نے ہزار کے

نوٹ اس کی طرف بڑھائے۔ سلمان نے ایک نظر

دیکھنے کے بعد خاموشی سے تمام لیے۔

\*\*\*

"یہ کپڑے دھونا بھی کتنا مشکل کام ہے۔" حیرت سے  
سوکے ہوئے کپڑے اتارے ہوئے ماہ رخ کو دیکھا۔  
"اس میں مشکل کیا ہے آج میں نے بھی کپڑے

دھوئے تھے۔"

"ہاں اپنے، جیکہ مجھ سب کے دھونے پڑتے ہیں۔

آئی سمدیہ سے کہا بھی تھا اپنی کام والی کو بھیج دیں لیکن

حرام ہے کہ کوئی بات آرام سے سن لے۔ اب اگر تمہیں

تیور بھائی اور سلمان کی اتنی وزنی بیندیں دھونی پڑیں تو

تمہیں پتا چلے کدھے اور ہاتھ بالکل ٹوٹ جاتے ہیں اور

سرویل میں جب سوئیٹر ہوں تو سمجھتا ہوں ہی حافظ ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بیڑھیاں اتر رہی تھی۔ ان کے لاؤنج

میں داخل ہوتے ہی تیور بھی اندر چلا آیا۔

"ہی! سلمان ابھی نہیں آیا؟" خلاف توقع اس نے

سلام کرنے کی بجائے سلمان کا پوچھا۔

"نہیں ابھی تو نہیں آیا خیریت؟" انہوں نے کچھ گھبرا

کر اس کے عجیبہ چہرے کو دیکھا۔

"جی خیریت تھی۔" وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ وہاں

اور مڑ رہی تھی جب سلمان اندر داخل ہوا اور تیور ایک

دم کھڑا کیا۔  
"کہاں سے آ رہے ہو؟" وہ اتنی زور سے بولا کہ سب

حیران رہ گئے۔ علیحدہ نے پریشانی سے اس کے منہ پر

کو دیکھا۔  
"میں دوست کے گھر گیا تھا وہیں سے آ رہا ہوں۔"

سلمان کی نظریں جھکی تھیں۔  
"تم نے فیس جمع کروادی؟"

"جی۔" تیور نے ایک نظر اس کے جھکے ہوئے سر کو

دیکھا اور اگلے ہی لمحے زور دار طمانچہ سلمان کے بائیں

رخسار پر پانچاٹھ پچوڑ گیا۔ علیحدہ نے دل کر اپنا بایاں ہاتھ

بٹینے پر رکھ لیا۔ ماہ رخ نے زور دیا اور اسے جا لگی۔

"سلمان! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم مجھ سے

جھوٹ بولو گے۔ تم نے فیس جمع نہیں کروائی میں نے پتا کیا

تھا اور تم دوست کے گھر تھے بائی ہی میں ذکر کر رہے تھے۔

میں کہاں دن رات خوار ہوا ہوں کس طرح پیسے کما رہا

ہوں! تم نے سوچا کبھی۔"

میں باگل ہوں جو دن رات تم لوگوں کے آرام کے



لے خود کو جلا رہا ہوں جواب دو سلمان۔ وہ اتنے طیش میں تھا کہ اس نے سلمان کو کریمان سے قہام لیا۔ حلیمہ کو اپنی دھڑکنیں رکنی ہوئی محسوس ہوئیں۔ آن سے پہلے ان کے گھر میں بھی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے دونوں کو آنے سانسے کھڑے دیکھا، سحر کے آنسوؤں میں روائی آگئی تھی۔ اس سے پہلے کسی نے بھی تیور کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ حلیمہ نے ایک دم آگے بڑھ کر تیور کے ہاتھ سے اس کا گریبان چھڑوایا۔

”کیا بالکل یقین ہے تیور؟“ انہوں نے تیور کو پیچھے کرتے ہوئے سلمان کے ہونٹوں سے سر کو دیکھا۔ ضبط کے مارے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

”اس سے پوچھیں اس نے فیس جمع کیوں نہیں کروائی۔ میں نے پیسے فیس کے لیے دیے تھے تاکہ ڈنر میں اڑانے کے لیے۔“ سلمان ایک دم آگے بڑھا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”بھائی! میں وہاں ہی بیٹھ کر نہیں گیا تھا۔ میں وہاں جا ب کے لیے گیا تھا۔“ تیور نے ایک دم سر اٹھایا۔

”وہ میرے دوست نے بتایا تھا وہاں وہ کیسے ہے اس لیے وہاں گیا تھا اور فیس اس لیے جمع نہیں کروائی کہ جتنے روپے آپ نے دیے تھے۔ اس میں سات ہزار اور چالیس تھے مجھے شرم آئی ہے کہ میں باہر آپ کو پریشان کروں میں نے سوچا جس خود جا ب کر کے کچھ انتظام کر لوں گا۔ میں بھائی آپ کو تکلیف دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔“ اب اس کی آواز بھرا گئی۔

تیور کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔

”سوری۔“ تیور نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس دن کے بعد تیور بالکل چپ سا ہو گیا۔ اب تقریباً سارا وقت وہ گھر سے باہر رکتا تھا۔ بے روزگاری نے اسے کافی چڑچڑایا تھا۔ جب تک وہ نہ آتا حلیمہ بولائی بولائی پھرتی تھیں۔

”بارہ بج رہے ہیں تیور اب تک نہیں آیا۔“ حلیمہ نے پریشانی سے کھڑی کو دیکھا۔

”بھائی! آپ پریشان مت ہوں آجائے گا۔“ رخشندہ نے انہیں تسلی دہی حالانکہ وہ خود بھی پریشان تھیں۔

اچانک تیل کی آواز پر سب کے چہروں پر جیسے روتی آگئی۔

”سوری“ مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔“ وہ سحر کے قریب

بیٹھ گیا۔

”کہاں تھے اب تک فون نہیں کر سکتے تھے“ بتا ہے سب کتنے پریشان تھے۔“ رخشندہ نے غصے سے کہا تو مسکرا دیا۔

”بچی جان ایک دوست کی طرف تھا میری جا ب بندوست ہو گیا ہے۔“ اس کی بات پر سب کے چہرے غلٹ اٹھے۔

”بھائی! جا ب کہاں ملی؟“ سلمان کے پوچھنے پر ایک لمحے کے لیے وہ رکا۔

”لندن۔“ یہ ایک لفظ ان کے سروں پر ہم کی صورت میں پڑا تھا۔ اس نے سب پر ایک نظر ڈالی۔

”میرے دوست نے بہت پہلے مجھے آفر کی تھی تب میں ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اب مجھے محسوس ہو رہا ہے آفر کافی اچھی ہے۔ اس نے مجھے ایسا سرفہرشی کر دیا ہے میرے رہنے اور جا ب کا بندوست بھی وہ کر دے گا۔ حلیمہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کراس نے گہرائی لیا وہ سب سے اسی رد عمل کی توقع کر رہا تھا۔

”ہی! اس میں روئے والی کیا بات ہے میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا۔“

اس نے ان کے کندھے سے گرد بازو پھیل کر انہیں سے قریب کر لیا تو ان کے آنسوؤں میں روائی آئی۔

”تیور! ہمیں تمہاری ضرورت ہے تمہیں یہاں بھی جا ب ملے گی ہم گزارا کر لیں گے، لیکن میں اتنی تمہیں نہیں جانے دوں گی۔“ وہ روتے ہوئے بولیں۔

”ہی! میں شوق سے نہیں جا رہا“ یہ جا ب میری بیوی اور ہم سب کی ضرورت ہے۔ پلیز ای! میری بات سمجھیں۔“ اس نے ان کے دونوں ہاتھ قہام لیے۔

”میں نہیں چاہتا سلمان اپنی رخصتی کے دوران جا ب کرے نہ میں یہ برداشت کر سکتا ہوں جیٹو ہمارے ضرورتوں کے لیے آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑے۔ خواہشوں کو دبانا پڑے۔ پہلے جو بھی حالات تھے لیکن میں اور تب میں بہت فرق ہے۔“

”بھائی! آپ نے یہ سب میری وجہ سے کیا؟“ سلمان کی افسردہ آواز پر وہ اس کی طرف پلٹا۔

”بالکل بھی نہیں میں اور کتنی دیر انتظار کروں کہ ملتی ہے یا نہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو روزی مکالمے جاتے ہیں۔ شاید میرا دن پانی بھی باہر نکلا ہے۔“ اس

سلمان کا کال تھمتہ پایا۔

”کیوں بچی جان میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟“ اس کے ہونٹوں پر وہ رونے لگیں تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کے آنسو صاف کیے۔

”آپ سب اس طرح مجھے کمزور کر رہے ہیں میں اپنا وہ پورا نہیں کر سکتا گا جو میں نے پلپلے کیا تھا اور میں اس چاہتا تھا کو کوئی تکلیف ہو اگر آپ لوگ خوش رہیں گے تو انہیں تکلیف ہوگی۔“

پھر اس نے رخشندہ کے ساتھ بھی باہر رخ کو دیکھا جو اس بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کچھ سینکڑوں کیلئے کے بعد اس نے دوبارہ رخشندہ کو دیکھا۔

”آپ یہاں کی طرف سے بالکل پریشان مت ہوں یہاں میری ذمہ داری ہے۔“

تیور کی بات پر اس کی دھڑکنوں میں خوشگوار سا تلاطم ابھرا۔ ہونٹوں پر آپ ہی آپ شرمیلی مسکان ٹھہر گئی۔

”اس کی پر بھائی اور شادی میرے ذمے ہے۔“ اس کے اگلے جملے پر وہ منہ کے بل گری۔

”جا ب رہے ہو۔“ حلیمہ نے پوچھا۔

”سور۔“

”ہی! جلدی۔“ سلمان کے منہ سے نکلا۔

”وہ ای! ایک بات اور کتنی تھی گٹ کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی تو میں نے گاڑی بیچ دی۔“ اس کا سر جھک گیا۔

”چھاپے نا“ ویسے بھی اتنا برا ماٹل تھا۔ آپ آئیں تو ہم اپنی گاڑی پس لے گے۔“ سلمان نے اس کی شرمندگی کو تسلی کی کوشش کی تھی۔

حلیمہ کے مسکراتے پر تیور نے تشکر آمیز نظروں سے اس کو دیکھا۔

”مجھے آج بیٹنگ کرنی ہے کل کچھ ضروری کام بھی ہیں کیا ہوا کہ مجھے کھانا نہ ملا۔“ وہ سب کو شب بخیر کہتا ہوا گھر کے دروازے پر آگیا۔

”آپ جاتے ہی وہ بھی خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ کتنی دیر تک وہ یہاں کھڑی رہی تھی۔

”تیور بھائی مجھے پیار نہیں کرتے؟“ اس نے خود کو تسلی دہی کہتا ہوا کہا۔

”اس انہیں کسی قیمت پر نہیں کھو سکتی ایک وہی تو ہیں

جو مجھے سمجھتے ہیں وہ اگر مجھے پیار نہیں کرتے تو کیا ہوا میں تو کرتی ہوں۔ میں ان سے کہوں گی وہ مجھ سے شادی کر لیں وہ میری بات مان لیں نہیں سکتے۔“ اس نے خود کو تسلی دی۔

”تم لڑکی ہو کر محبت کا اظہار کرو گی۔“ کوئی اس کے اندر سے بولا۔

”ہاں“ وہ کوئی غیر تھوڑی ہیں اور پھر میں اپنے دل کی بات ان سے نہیں کہوں گی تو کس سے کہوں گی۔“ اس نے بڑے مان سے سوچا۔

\*\*\*

بانیک کی آواز سن کر اس نے باہر کی طرف جھانکا تیور اندر کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس کے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ دوسری دفعہ دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔

”ہائی! وہ اسے دیکھ کر حیران ہوا۔

”تھوڑا۔“ اس نے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔ اور خود مزگروارڈ روپ سے کپڑے نکالنے لگا۔ بیڈ پر اس کا کافی سلمان بکھرا ہوا تھا۔ کپڑے بیگ میں رکھتے ہوئے اس نے خاموش کھڑی باہر رخ کو دیکھا۔

”کیا بات ہے ہائی! کچھ کہنا؟“ وہ اسی مصروف سے انداز میں بولا۔ اس نے بڑی بے بسی سے تیور کو دیکھا وہ آٹو گئی تھی لیکن اب اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیسے کرے۔ آخر کار بہت کر کے اس نے خود کو پوچھنے کے لیے تیار کیا۔

”آپ واپس کب آئیں گے؟“ اس کے سوال پر وہ مسکرایا۔

”ابھی تو میں گیا بھی نہیں اور تم آنے کے بارے میں پوچھ رہی ہو۔“ پھر رک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا جب مجھے لگے گا ہم سب کا فیوچر سیف ہو گیا ہے تب آجاؤں گا“ پانچ سال بھی لگ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی۔“ اب وہ تہہ شدہ کپڑے بیگ میں رکھ رہا تھا۔

”آپ شادی نہیں کریں گے؟“ ماہ رخ کی بات پر وہ ہنس پڑا۔

”ہائی! تم یہ پوچھنے آئی ہو؟“ اس نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

”جتنا میں نا تیور بھائی! وہ اب بھی شجیدہ تھی تو مجبوراً“



اسے بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔  
 ”کروں گا لیکن سحر اور تمہاری شادی کے بعد۔“  
 ”آپ کس سے شادی کریں گے؟“ اس نے ابھن  
 بھری نظروں سے ماہ رخ کی طرف دیکھا۔  
 ”کسی بھی اچھی لڑکی سے۔“  
 ”کیا آپ کے خیال میں میں اچھی لڑکی ہوں؟“  
 ”ماہی! یہ تم کیا بزل کھیل رہی ہو ابھی مجھے بہت کام کرنا  
 ہے۔“ اس نے سر جھٹک کر جیسے کسی سوچ سے پیچھا چھڑایا۔

”کیا میں اچھی نہیں؟“ ماہ رخ کی بھرائی ہوئی آواز پر وہ  
 نہنہک کر اس کی طرف مڑا۔  
 ”اچھی ہو ماہی! تم بہت اچھی ہو۔“ وہ جلدی سے بولا۔  
 ماہ رخ کا انداز اس کے لیے کافی پریشان کن تھا۔  
 ”جب میں اچھی ہوں تو وہ لڑکی میں کیوں نہیں ہو سکتی  
 جس سے آپ شادی کریں گے۔“ ماہ رخ کی بات پر جیسے  
 ان کے سر پر دھماکا ہوا۔ وہ حیرت کے مارے بالکل  
 ساکت ہو گیا تھا۔ کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی  
 چھا گئی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے تیمور کی طرف دیکھا  
 جس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔  
 پھر اچانک اس کا چہرہ سرخ ہوا اور وہ دوبارہ بیگ پر جھک  
 گیا۔

”جاؤ یہاں سے۔“ جب وہ بولا اس کی آواز سرد تھی۔  
 اس کے اجنبی لہجے کے درد کو اس نے اپنے اندر اترتے  
 ہوئے محسوس کیا تھا، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔ بلکہ  
 چند قدم اٹھا کر اس کے قریب آگئی۔  
 ”آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے؟“ اس کی آنکھوں سے  
 آنسو بہنے لگے۔ لیکن تیمور نے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 ”آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے؟“ اس نے تیمور کے  
 بازو پر ہاتھ رکھا جس کو اس نے جھٹکے سے ہٹا دیا۔ جیسے  
 اسے کرنٹ نے چھو لیا ہو۔ اس سلوک پر وہ حیران ہو کر  
 اسے دیکھنے لگی۔  
 ”نہیں۔“ وہ زور سے بولا۔

”جھوٹ بولتے ہیں آپ سب کہتے ہیں آپ مجھ سے  
 پیار کرتے ہیں۔“ وہ جیسی اسی طرح زور سے بولی۔  
 ”کس نے یہ بکواس کی ہے؟“ غصہ اب اس کے لہجے  
 سے بھی جھلکنے لگا تھا۔  
 ”میری سب فریڈز کہتی ہیں۔“

”دماغ خراب ہے تمہارا اور تمہاری دوستوں کا بھی  
 کلج تم یہ کرنے جاتی ہو؟ کس قسم کی ہیں تمہاری فریڈز  
 سب فضول باتوں کو دماغ سے نکال کر صرف بڑھائی  
 دھیان دو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے جو تمہیں شادی کی  
 فکر لگ گئی ہے اور یہ پیار کیا جھٹکتی ہو اس پیار کے بارے  
 میں۔ میرے کس انداز سے تمہیں یہ غلط فہمی ہوئی نہ تو تم  
 مجھ سے پیار کرتی ہو اور نہ میں۔“

”میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔“ وہ تیزی سے بولی اور  
 اسی تیزی سے تیمور کے چہرے کا رنگ بدلا۔

”تمہاری فضول دوستوں کی کمپنی نے تمہارا دماغ  
 خراب کر دیا ہے۔ یہ محض ایک انٹرکشن ہے جو تمہیں  
 محسوس ہو رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب اپنی حماقت  
 تم خود ہنسو گی اور عمر کے جس حصے میں تم ہو وہاں پر قریب  
 رہنے والے شخص کو دیکھ کر لگتا ہے آپ کو اس سے محبت  
 ہے یہ محبت نہیں، صرف تمہارے دماغ کا خلل ہے۔  
 اس کے لہجے کی سختی نے اس کے دل کے کئی غلوں کو  
 دیے تھے۔

وہ خود کو گہری کھائی میں گرتا ہوا محسوس کر رہی تھی  
 اس نے روتے ہوئے اس کے اجنبی رویے کو دیکھا۔  
 ایک دفعہ پھر ہمت کی۔

”یہ انٹرکشن نہیں۔ میں سچ مچ آپ سے ماہ رخ۔“  
 اتنی زور سے دھاڑا کہ ماہ رخ اپنی جگہ ہل کر رہ گئی۔  
 زندگی میں پہلی بار اس نے تیمور کے منہ سے اپنا نام  
 سنا تھا جب اس کے لہجے میں اپنائیت کی کوئی رمت نہیں تھی  
 وہ اگلے قدموں پیچھے ہٹی تھی۔

”اور سنو، جب میں جاؤں تو میرے سامنے بالکل  
 آنا۔“

”ناؤ لیوی الوں۔“ تیمور نے کہنے کے ساتھ ہی آ  
 بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا تھا جب وہ گیانہ تو اس نے اس کا نام  
 تھا اور نہ ہی وہ نیچے آئی تھی۔ وہ ساری رات اس نے  
 گزار دی تھی اور اس کا نتیجہ شدید بخار کی صورت میں  
 سب نے اسے تیمور کے جانے کا اثر سمجھا تھا وہ  
 جانتے تھے وہ تیمور سے کس قدر وابستہ ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ وہ بہت بدل گئی تھی۔ شرار  
 قہقہے اس نے سب چھوڑ دیے تھے۔

ایف ایس سی جب اس نے شاندار نمبروں سے پاس



تو اس نے میڈیکل میں ایڈمیشن لینے سے انکار کر دیا۔  
 میڈیکل میں جانا اس کی کئی بڑی خواہش تھی سب جانتے  
 تھے۔ ہر کوئی حیران تھا، سب نے اسے حتی الامکان  
 سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کی ہاں ہاں میں نہیں بدلی  
 تھی۔

عروج اور سدردہ کے نمبر میرٹھ کے مطابق نہیں آئے  
 تھے سوانہوں نے اس کے ساتھ ایڈمیشن لیا تھا۔ جبکہ ٹینٹ  
 نے میڈیکل میں ایڈمیشن لینے لیا تھا۔ جب بیورو کو بتا چلا کہ  
 وہ میڈیکل میں ایڈمیشن نہیں لے رہی تب اس نے اسے  
 کئی فون کروائے۔ لیکن اب وہ اس شخص کی آواز بھی  
 سننا نہیں چاہتی تھی۔ جس نے اس کا نام توڑا تھا۔  
 گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر مومن  
 پر پڑی تھی جو سلمان کی بائیک پر چڑھنے کی کوشش کر رہا  
 تھا۔ گیٹ کھلنے کی آواز پر وہ گیٹ کی طرف مڑا اور وہیں سے  
 خالہ خالہ نکلا۔ ماماہو اس سے لپٹ گیا۔ ماہ رخ نے جھک کر  
 اس کے دونوں گال چوم لیے اور اسے لے کر لڑان کی طرف  
 آگئی جہاں سب بیٹھے دھوپ کا مزہ لے رہے تھے۔  
 ”السلام علیکم تمہیں کسی بیل آپ باجی؟“ وہ مومن کا ہاتھ  
 چھو ڈر تانیہ کے قریب بیٹھ گئی۔  
 ”میں تو بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ تمہاری یونیورسٹی  
 کیسی جا رہی ہے۔“  
 ”اچھی جا رہی ہے۔“ تانیہ کی بات پر وہ مسکرائی۔  
 ”مہلو کر لیا۔“ ساتھ ہی اس نے تانیہ کی گود میں لیٹی اس  
 کی پینہ دہائی بچی کو گود میں لے لیا۔  
 ”خالہ! چلیں کھیلنے ہیں۔“ مومن لڈو لے کر اس کے  
 پاس آگیا۔  
 ”ماہ رخ بیٹا! پہلے جا کر کھانا کھا لو بعد میں اس شیطان کے  
 ساتھ کھینا۔“ اسے اچھے دیکھ کر حلیہ نے ٹوک دیا۔  
 تب ہی سحر کو اپنی طرف آنا دیکھ کر اس نے نیگ میں  
 سے کانڈول کا ایک رول نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا۔  
 ”تمہارے ان ٹولس کے لیے آج مجھے اتنا خوار ہونا پڑا  
 میں بتا نہیں سکتی۔“  
 ”سحر نے اس کا منہ چوم کر کہا تو وہ غصہ  
 سے ٹھنک پڑی۔  
 ”ارے واہ! یہاں تو بڑی رونق لگی ہے۔“ سلمان نے  
 ان سب کو ساتھ بیٹھے دیکھ کر کہا۔  
 ”تم کہاں تھے سحر سے؟“ میں کب سے آئی ہوں اور

”کیا تکلیف ہے؟“  
 ”کیا ہوا میں نے کچھ کہا، ماہ رخ نے بھول پکے سے اسے  
 دیکھا۔  
 ”تو گھور کیوں رہی ہو؟“  
 ”تو کیا تمہیں گھورنے کا فن صرف شریل صاحب کے  
 پاس ہے؟“ اس نے مسکراہٹ روکتے ہوئے کہا تو سحر نے  
 سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بیلن اٹھا کر اس کے بازو پر  
 دے مارا تو وہ کراہ اٹھی۔  
 ”ذیل لڑکی! اتنی زور سے کیوں مارا، میں تو بچ کمرہ رہی  
 تھی۔“ وہ پھر بھی باز نہیں آئی۔ ”میں بھی کہوں جب  
 بھی تانیہ باجی کے گھر جا میں موصوف پہلے سے کیوں وہاں  
 پائے جاتے ہیں اور اس دن جس اچانک ہی انہیں یونیورسٹی  
 میں کوئی کام پڑ گیا اور وہ بھی تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں حیرت  
 کی بات ہے نا؟“ ماہ رخ نے پھر پور حیرت کا مظاہرہ کیا۔ سحر  
 نے غصے سے اسے گھورا لیکن اس کے ہونٹ مسکرا رہے  
 تھے۔

”اور وہ سعدیہ اتنی بھی مجھے حرمت اچھی لگتی ہے۔“  
 ماہ رخ نے ان کے لیے کی لٹل آماری تو سحر کھلکھلا کر  
 ہنس پڑی۔



”تو بکس قدر سرور ہے۔“ صبح جب میں اٹھی تو سرور  
 کے مارے میرے دانت بٹنے لگے تھے آج تو سورج بھی  
 نہیں نکلا۔ ”ماہ رخ نے سر اٹھا کر آسمان پر سورج کو  
 ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔  
 ”ماہ رخ! جلدی چلنا تم کا رنگ رینگ کر چل رہی  
 ہو، سوچو نے اسے ٹوکا شاپ سے کہ تک کا فاصلہ پانچ منٹ کا  
 تھا اور وہ بھی انہیں کسی عذاب سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ سحر  
 نے گیٹ پر دباؤ ڈال کر اسے کونے کی کوشش کی لیکن وہ  
 لاک تھا۔

”کو آج گیٹ بھی بند کر دیا۔“ سحر نے غصے سے انگلی  
 نیل پر رکھی اور پھر اٹھنا بھول گئی۔  
 ”ارے سحر! میرے پاس چالی ہے۔“ ماہ رخ کے چالی  
 نکالنے سے پہلے سلمان گیٹ کھول چکا تھا۔  
 ”یہ تمہارا کیا طریقہ ہے نیل دینے کا؟ ساری تمیز  
 یونیورسٹی میں بھول آئی ہو۔“ سلمان کہتے ہوئے تیزی سے  
 اندر مڑ گیا۔

تمیز کے اس لکچر پر ان دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ  
 نظروں سے دیکھا اور کندھے اپکاتے ہوئے اندر آ گئیں۔  
 لیکن لاؤنج میں داخل ہوتے ہی انہیں سلمان کے لکچر کی  
 وجہ سمجھ میں آئی جہاں شریل کے ممی ڈیڈی بیٹھے تھے۔  
 ماہ رخ نے سحر کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آ  
 رہا تھا تو ایک جا رہا تھا۔  
 شام کو فریش ہو کر وہ کچن میں آئی تو چائے پی کر اس کا سحر  
 سے دو دو ہاتھ کرنے کا پروگرام تھا۔ وہ چائے لے کر رشتہ  
 کے پاس آئی جو کسی سوچ میں گم تھیں۔ اسے دیکھ کر وہ  
 مسکرائیں۔  
 ”شریئل کے والدین بات بچی کر گئے ہیں۔“ ان کی  
 بات پر وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ ”اسی سال شادی کا پروگرام  
 بھی ہے ان کا۔“  
 ”چھایہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔“ وہ خوش ہو گئی۔

”سناؤ عروج کی شادی کب ہے؟“ کچھ دیر بعد انہوں  
 نے اس سے پوچھا۔  
 ”دو تین ماہ تک وہ لوگ تیار ہوں میں مصروف ہیں اور  
 شریئل کی بھی دو ماہ تک ہے اس سال تو ساری شادیاں اچھی  
 آ رہی ہیں میرا تو اچھا خاصا خرچا ہو گا۔“ وہ مسکرا کر بولی۔  
 ”سب کے نصیب کھل رہے ہیں بتائیں تمہارے  
 نصیب کب کھلیں گے۔“ رشتہ دار کے سرو آہ بھرنے پر ماہ  
 رخ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔  
 ”امی! اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے جب  
 نصیب میں ہو گا ہو جائے گی۔ میں سحر کے پاس جا رہی  
 ہوں۔“ وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 ”میرے پاس تمہارے لیے ایک اور گڈ نیوز ہے۔“  
 ان کی مسکرائی آواز پر وہ اشتیاق سے ان کی طرف پلٹی۔  
 ”آج بیورو آرہا ہے۔“ اس کے مسکراتے ہونٹ یکدم  
 سکڑ گئے۔

”اچھا۔“ وہ بے تاثر آواز میں بولی۔  
 ”ہاں! اسی لیے تو سحر کی ہاں کی ہیکہ کہ بیورو کے آنے پر  
 منگنی ہوگی۔ کل صبح اس کا فون آیا تھا وہ آج شام کو بیٹھ رہا  
 ہے ہم سب تو حیران رہ گئے تھے۔ سحر کو بھی نہیں بتا تھا۔“  
 اپنی خوشی میں انہوں نے اس کے پیچھے ہوئے چہرے کو  
 نہیں دیکھا تھا۔ وہ واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔  
 ”ارے! تم تو سحر کے پاس جا رہی تھیں؟“ انہوں نے



حیرت سے اسے دیکھا۔

”وہ کل میرا ٹیٹ ہے۔ مجھے اس کی تیاری کرنی ہے۔“ وہ تیزی سے کمرے میں آگئی۔ بیڈ پر بیٹھ کر اس نے ٹوٹس اپنے آگے پھیلا لیے۔ کتنی دیر تک وہ بے مقصد انہیں گھور رہی۔ وہ اس وقت بالکل خالی الذہن تھی۔

”چی جان! آپ تیار نہیں ہوئیں، ماہ رخ کو بتایا کہ بھائی آ رہے ہیں؟“ سحر کی گھنٹتی۔۔۔ ہوئی آواز سے اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

”اندھ ہے۔“

”اچھا! میں اسے دیکھتی ہوں۔“ سحر کے کہنے پر اس نے جلدی سے ٹوٹس ہاتھوں میں پکڑ لیے۔

”ماہ رخ! تمہیں پتا چلا آج تیور بھائی آ رہے ہیں۔“ سحر نے خوشی سے جھگڑتے چہرے کے ساتھ اسے اطلاع دی تو اس نے مسکرا کر سر ہلادیا۔

”تم تیار نہیں ہوئیں، میں ایئر پورٹ جانا ہے۔ سلمان اپنے دوست کی کار لینے گیا ہے، بس ابھی آتا ہو گا جلدی سے اٹھو۔“

سحر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

”سحر! یہاں کل میرا بہت ضروری ٹیٹ ہے، تمہیں تو پتا ہے سر کا تعلق بلا کو خان کے خاندان سے ہے اور اگر مارکس کم ہوں تو ساری نکالاس کے سامنے وہ میری بے عزتی کر دیں گے۔“ ماہ رخ نے شکل پر بے بسی طاری کرتے ہوئے کہا۔ لیکن سحر اس کے کسی ہانے کو خاطر میں نہیں لائی۔

”مجھے کچھ نہیں سننا، جلدی اٹھو۔“

”سحر! میں میری بالکل بھی تیاری نہیں اور پھر سب جا رہے ہیں گاڑی میں جلد کہاں لٹکے گی۔“

”واپسی پر کیا کریں گے تیور بھائی کو کیا گاڑی کی چھت پر بٹھائیں گے۔ تم سب جاؤ میں ان سے کھر میں مل لوں گی۔“ سحر تنزیب کی کیفیت میں کھڑی رہی تو ماہ رخ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”اُس اوکے سحر! تیور بھائی کو اتنا تو کھر ہی ہے، نامیں مل لوں گی۔“ سحر قدرے اطمینان سے ہوئی۔

”ویسے ماہ رخ! تم کتنی بدل گئی ہو، اس کا احساس مجھے اب ہو رہا ہے، ورنہ اس وقت سب سے پہلے تم کار میں سوار ہو تیں۔“ وہ مزید کاکر مسکرا دی۔

”اچھا اب جاؤ۔“ ماہ رخ نے اٹھ کر اسے کمرے سے

باہر دھکیلا اور دروازہ بند کر دیا۔

”ماہ رخ نہیں جا رہی؟“ اسے اکیلا آباد کچھ کر رخشندہ نے جرائی سے پوچھا۔

”نہیں، آپ چلیں بتاتی ہوں۔“ کچھ دیر بعد آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ وہ کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھنے لگی۔ جہاں سلمان گیٹ لاک کرنے کے بعد اب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ وہ اسی سیٹ چہرے کے ساتھ واپس بیڈ پر آگئی اور کبل سر تک اوڑھ لیا۔

☆ ☆ ☆

صبح وہ معمول سے پہلے کمرے سے نکل آئی تھی۔ نیچے مکمل طور پر خاموشی کا راج تھا۔ پونیور سٹی بچہ گروہ ٹھیک طرح سے کوئی پچوائینڈ نہیں کر پائی۔

رات کو وہ لوگ تین بجے کھر بیٹھے تھے اور صبح سات بجے سوئے تھے۔ وہ بھی ساری رات جاگتی رہی تھی۔ تین بجے جب سحر اے جگائے آئی تو وہ سوئی بن گئی تھی۔ ساری رات جاگنے سے اس کی آنکھیں اور طبیعت دونوں بوجھل ہو رہے تھے۔

”ماہ رخ؟“ سدرہ کے آواز سننے پر وہ پوچھی۔

”کہاں تم ہو، طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟“ سدرہ نے اس کی اتاری ہوئی صورت دیکھ کر پوچھا۔

”ہوں۔“ اس نے بے اختیار کمرکھانے لے کر اپنی آنکھوں کو سلا۔

”وہ رات کو دیر سے سوئی تھی اس لیے۔“ پھر وہ مزید خود کو سوچوں سے بچانے کے لیے ان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی۔ وہ خود نہیں جانتی تھی وہ چاہتی کیا ہے۔ بس اسٹاپ پر اتر کر وہ دیر سے دیر سے چلنے لگی۔ گیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر کتنی دیر تک وہ سوچتی رہی کہ وہ تیل دے یا۔۔۔ پھر کئی نتیجے پر پہنچ کر اس نے بیک میں سے چابی نکالی۔ اس کی توقع کے عین مطابق ابھی سب سو رہے تھے۔

اور آکر اس نے رخشندہ کے کمرے میں جھانکا وہ بھی سو رہی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ڈالنے سے آنکھوں کو تو طراوت ملی تھی لیکن سر دی کے مارے دانت بچنے لگے تھے۔ تو سب سے منہ پوچھتے ہوئے وہ بچن میں آگئی یہاں صاف سحر اپنا کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ کچھ دیر چو لے کو گھورنے کے بعد وہ فریج کی

طرف مڑی اور فریج کے ہونے شامی کباب نکال لیے۔ روٹیاں پکائے اور شامی کباب فراہم کرنے کے بعد اس نے انہیں ٹیبل پر رکھا اور پانی کا گلاس بھر کر جو کئی مڑی آنکھوں کے ساتھ اس کا وجود بھی سناٹ ہو گیا تھا۔ آٹنے سامنے کھڑے وہ دونوں نفوس ایک دوسرے کو چلیں جھجکائے بغیر یوں دیکھ رہے تھے، جیسے جہاں آنکھ جھپکی سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ تین سال بعد وہ چہرہ اس کے سامنے تھا۔ ماہ رخ نے اپنے ہاتھوں میں لڑش اتاری محسوس کی تھی۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔

”یسی ہو مائی! تین سال بعد وہ یہ آواز سن رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ گاس اس کے ہاتھ سے کرکٹوٹا اس نے جلدی سے اسے شیفت پر رکھ دیا۔ اسے کچھ میں نہیں رہا تھا وہ کیا کرے۔“

”السلام علیکم! جاک اس کے منہ سے نکلا۔“

”وعلیک السلام۔“ وہ شاید مسکرایا لیکن ماہ رخ دیکھ نہیں سکی، کیونکہ وہ اس وقت زمین کو دیکھ رہی تھی۔ خاموشی ایک بار پھر ان کے درمیان گھبرائی تھی۔ اس خاموشی کو ایک بار پھر تیور نے توڑا۔

”کمرات کو بھی مجھ سے نہیں ملیں، صبح بھی جب میں اوپر آیا تم جا چکی تھیں۔ اب گیٹ کھلنے کی آواز میں نے سوچا میں خود تم سے مل آؤں۔“ وہ اب بھی خاموش تھی۔ تیور غور سے اس کے ہنسنے ہوئے سر کو دیکھ رہا تھا اور ساتھ اس کے ہاتھوں کی لڑش کو جینیں وہ ایک دوسرے میں جلا کر روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”تم ایئر پورٹ کیوں نہیں آئیں؟“ وہ اس وقت سے پتا چاہتی تھی لیکن۔

”ماہی! تم نے جواب نہیں دیا؟“ تیور نے دوبارہ پوچھا۔

”سب کچھ تو تھے۔“ وہ تیزی آواز میں بولی۔

”لیکن سب میں اور تم میں فرق ہے، میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔“ اب کی بار ماہ رخ نے نظریں اٹھا کر اس کے فریج پر چہرے کو دیکھا۔ وہ شاید ہاتھ لے کر آ رہا تھا۔ ان تین سالوں میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا سوائے اس کے کہ وہ اور زیادہ چنڈم ہو گیا تھا۔

”ہاں! کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کا سکون برباد کر کے انہیں توڑ کر خوش رہتے ہیں۔“ اس نے اپنے اندر لے لے کا ایک طوفان اٹھاتا محسوس کیا تھا۔ تیور نے غور سے اس کے چہرے کے بدلنے رنگ کو دیکھا اور مسکراتے

ہوئے اندر آگیا۔

”تھراؤں ہو؟“ ماہ رخ نے اپنے قریب اس کی آواز سنی وہی، بسلا، ماہو! شفقت سے بھرپور لہجہ شاید ان تین سالوں میں وہ اس کی غلطی بھول چکا تھا! معاف کر چکا تھا، لیکن وہ بذات خود تو خود کو معاف کر پائی تھی اور نہ اس کو بھی معاف کر سکتی تھی۔ اس نے جواب دینے کی بجائے اپنا رخ موڑ لیا۔

”اے تیور! اس سے پہلے وہ کوئی اور سوال کرتا ان دونوں نے رخشندہ کی آواز سنی۔“ اٹھ گئے تم۔“ اسے دیکھ کر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

”جی چچی جان! سچے سب سو رہے تھے تو سوچا مائی سے مل آؤں۔“ اس نے مسکرا کر ماہ رخ کے غضب ناک تیور دیکھے۔

”اچھا ہوا تم آکر مل لے ورنہ ابھی تیور بھائی، تیور بھائی! کتنی پیچھے چلی جاتی۔“ ان کی بات پر ماہ رخ کی برداشت جواب دے کئی وہ تیزی سے بچنے سے باہر نکلی۔

”اے ماہ رخ! کھانا تو کھا لو۔“ اس نے اپنے پیچھے ان کی آواز سنی۔

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“ وہ تیزی سے کمرے میں آگئی۔ بیڈ پر بیٹھ کر کتنی دیر تک وہ خواب کا قباہت کی کوشش کرتی رہی، پھر اٹھ کر کھانے کے پاس آئی کھڑکی کھولنے پر ٹھنڈی ہوائ نے اس کا استقبال کیا تھا لیکن وہ ٹھنڈے سے بے نیاز پیچھے دیکھنے لگی۔

”آپ بھول گئے ہیں آپ نے کیا کیا تھا لیکن میں کبھی نہیں بھولی تھی، آج تین سال گزرنے کے بعد بھی آپ کا لہجہ آپ کا ایک ایک لفظ میری سماعت میں پوری جزئیات کے ساتھ زندہ ہے۔ آپ وہ سب کچھ بھول کر تیور بن سکتے ہیں لیکن میں اب وہ پہلے والی مائی نہیں بن سکتی۔ وہ مائی تو تب ہی تھی جب آپ نے اس کا مان توڑا تھا۔ اس کی محبت کو پاگل بن کر لیا تھا۔ میں ماہ رخ ہوں، وہ ماہ رخ جو آپ سے نفرت کرتی ہے۔ میں آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر سکتی، کبھی نہیں۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر اس کے رخسار پر لیکر بنا ماہو! پیچھے ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

نیچے سے آتی توڑ چوڑی آوازوں پر اس نے غصے سے کتاب کو میز پر رکھ دیا۔ تیور کو آئے ایک بغیر ہوا تھا اور



اس نے آتے ہی گھر میں کام شروع کروا دیا تھا۔ بیچے کے سارے پورشن کا فریجن اس نے بدلوایا۔ سارا پکین امریکن اسٹائل کا بن رہا تھا۔  
 ”ماہ رخ“ زرخندہ کے کندھا ہلانے پر اس نے ٹیبل پر رکھا اپنا سر اٹھا کر انہیں دیکھا وہ شاید سوچی تھی۔ آواز میں آنا بھی اب بند ہو گئی تھیں۔  
 ”کیا ہو سوچی تھیں؟“ انہوں نے اس کے چہرے پر آئے ہوئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے کہا۔  
 ”شاید“ پتا ہی نہیں چلا۔“ اس نے جہاں روکتے ہوئے کہا۔

”اچھا پھر تیار ہو جاؤ“ بیچے سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“  
 ”کیوں؟“ اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔  
 ”تیسور نے نئی کار لی ہے۔ اس لیے سب کو ٹریٹ دے رہا ہے۔“ اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔  
 ”امی! میں نہیں جاسکتی، کل میرا سٹ ضروری ٹیسٹ ہے اور میری سہیلی سڑی کی وجہ سے میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔“ اس نے زرخندہ کے جھگڑاتے ہوئے چہرے سے نظریں چراتے ہوئے ساٹ لے لی کہ ایک منٹ کے لیے وہ چپ کی چپ رہ گئیں۔ پھر انہوں نے غور سے اپنی ہانک چاڑھ دیکھا۔

”ماہ رخ! کیا بات ہے میں محسوس کر رہی ہوں سب سے تیسور آیا ہے تم نہ تو پیچھے جاتی ہو اور نہ ہی اس سے بات کرتی ہو۔ کیا تم دونوں میں کوئی ناراضی ہے؟“ زرخندہ کی بات پر وہ گھبرائی لیکن خود پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

”ایسی کوئی بات نہیں امی! میں کیوں تیسور بھائی سے ناراض ہوں گی بس ٹیسٹ کی مصروفیات ہیں یہ ختم ہو جائیں پھر سب سے پہلے میں سیر کو جاؤں گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی اور شاید وہ مطمئن ہو بھی گئی تھیں۔

”چلو ٹھیک ہے“ میں ان کے ساتھ جاری ہوں گیٹ باہر سے لاک کر کے جاؤں گے۔“ وہ بیچے اترتے ہوئے بولیں تو ان کے جاتے ہی اس نے گہرا سانس لیا تھا۔  
 بیچے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ایک لمبے کوٹوہ حیران رہ گئی تھی۔ بیچے تو سارا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ اس نے ستائشی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ سحر کو آدیکھ کر وہ باہر نکل

آئی تھی۔ پورچ میں کھڑی بلیک ہنڈا سوک کو اس نے چور نظروں سے دیکھا۔  
 ”کمر بہت خوب صورت ہو گیا ہے۔“ اس نے سحر کو دیکھ کر کہا لیکن وہ کچھ نہیں بولی۔  
 ”کیا بات ہے سحر! تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہیں۔“ اس نے پریشانی سے سحر کی شکل دیکھی۔  
 ”کیونکہ میں تم سے ناراض ہوں۔“ اس نے اب بھی ماہ رخ کی طرف نہیں دیکھا۔  
 ”کیوں؟“ وہ حیران ہوئی۔ سحر نے غور سے ماہ رخ کی شکل دیکھی۔

”اس لیے کہ میں تمہیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ جب سے تیسور بھائی آئے ہیں تم نے بیچے کو انا چھوڑ دیا ہے۔ سارے گھر کا فریجن بدلا تھا۔ تم نے اپنے کمرے کا بدلوانے سے انکار کر دیا۔ تمہیں پتا ہے۔ تیسور بھائی نے کتنے بار سے تمہارے کمرے کا فریجن تبدیل کیا تھا۔ تم کو میرے لیے بلوائیں تو تب بھی تم انکار کر دیتی ہو۔ تیسور بھائی نے نئی گاڑی لی کہ وہ دیکھنے تک بیچے نہیں اتریں۔ کیا میں سمجھوں تم نہیں اپنا نہیں سمجھتیں ہماری خوشیاں تمہیں ہم سب کی نہیں صرف ہماری لگتی ہیں۔“ وہ بہت جیسے تھی۔  
 ”سحر! ماہ رخ نے بڑے دکھ سے اس کے الزام کو سنا۔

”تم مجھے ایسا سمجھتی ہو؟“ اس کی آنکھ میں پانی جمع ہونے لگا۔ سحر ایک دم سڑمندہ ہو گئی۔

”آئی ایم سوری ماہ رخ! لیکن تم جانتی ہو تیسور بھائی ہمارے لیے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہماری خوشیوں کے لیے کبھی اپنی خوشیوں کی پروا نہیں کی۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں انہیں کوئی تکلیف ہو تو مجھے ان سے زیادہ ہوتی ہے تمہارا رویہ انہیں شاید برا لگا تھا۔ تمہارے بار بار منع کرنے پر انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا تو نہیں لیکن مجھے لگتا ہے۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ ہم سب سے زیادہ تو تم تیسور بھائی کے قریب رہی ہو پھر اب کیا ہوا ہے؟“ سحر اچھٹے ہوئے بولی۔

”کیا تم تیسور بھائی سے ناراض ہو؟“ اچانک سحر نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔  
 وہ پہلے ہی سحر کی باتیں سن کر پریشان ہو رہی تھی اس کی اس بات پر اس کے چہرے پر ہوا نکال اڑنے لگیں۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے سحر! میں تیسور بھائی سے ناراض نہیں بھال تک پہنچنے نہ آنے کی بات ہے تو میرے ٹیسٹ ہو رہے ہیں اس لیے آج ختم ہو جائیں گے تو میں سارا دن بیچے رہوں گی اور بھال تک فریجن کی بات ہے تو میں اسے سالوں سے اپنے ہیڈ اور بیڈوں کی اس قدر عادی ہو گئی ہوں کہ مجھے لگتا ہے شاید اس کے بغیر مجھے نیند نہ آئے اور پینٹ تم جانتی ہو اس کی بو سے میری طبیعت کتنی خراب ہوتی ہے۔“ وہ ناراض لہجے میں باتیں کر کے سحر کا دھیان ہٹانے میں کامیاب ہو گئی لیکن پوئینورٹی بیچتے ہی اس کا سارا اطمینان رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن پھر کے دوران اس کا دھیان بار بار سحر کی باتوں کی طرف مڑ جاتا۔

”اگر سحر اوی نے یہ بات محسوس کی ہے تو پھر باقی سب نے بھی محسوس کی ہوگی۔“ اس نے پریشانی سے سوچا۔  
 ”اس طرح کرنے سے تو سب بار بار وجہ پوچھیں گے تو میں کیا بتاؤں گی۔“ اب اس نے فائل پر آؤٹی یہ دھکی لائیں کھینچی شروع کر دیں۔ ”جب تیسور بھائی سب بھول چکے ہیں اور مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں تو میں کیوں خود کو ملکان کر رہی ہوں اور ساتھ دوسروں کو ناراض کر رہی ہوں مجھے نیچے جانا چاہیے، کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ اس نے سر جھٹک کر خود کو باور کرا لیا۔



لاؤنج میں داخل ہوتے ہی بچوں کی چکار سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ نانیہ آئی ہوئی ہے۔ تیسور نے گود ڈار بیاہ کو اٹھا رکھا تھا جبکہ اپنی ایک ٹانگ پر مومن کو بٹھائے آہستہ آہستہ مومن کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا اور وہ بنوز بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک تیسور کے پاس سے اٹھ کر وہ سحر کی طرف گیا۔

”خالد! یہ میرے ماموں ہیں؟“ اس نے تیسور کی طرف اشارہ کر کے بڑی بے یقینی سے پوچھا تو سحر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”ہاں یہ تیسور ماموں ہیں۔“ اس نے سلمان کی طرف اشارہ کیا۔

”ہاں یہ بھی ماموں ہیں اور وہ بھی۔“ لیکن وہ اب بھی مشکوک نظروں سے تیسور کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر تیسور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”نانیہ! تمہارے بیٹے کو یقین کیوں نہیں آتا کہ میں بھی اس کا کچھ لگتا ہوں۔“

”بھائی یہ کھانے کا رشتہ دار ہے اسے ابھی چاکلیٹ پکڑائیں ابھی آپ اس کے ٹیوٹ ماموں ہوں گے۔“

”اچھا! ایسی بات ہے۔“ سلمان کے کہنے پر اس نے مسکرا کر مومن کی طرف دیکھا جو اب ماہ رخ سے باتیں کر رہا تھا۔ مومن سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں ماہ رخ کے مسکراتے ہوئے چہرے پر گھبر گئیں۔

”چلو بھی کھانا لگ گیا۔“ اپنی امی کی آواز پر وہ چونکا۔ کھانے کی میز پر بھی وہ باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ جب ماہ رخ نے اپنی پلیٹ میں سالن والا تو اس نے کافی حیرت سے اس کی طرف دیکھا جبکہ سلمان اس کی حیرت پر بے اختیار مسکرایا۔

”بھائی! اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں، محترمہ کافی بدل چکی ہیں۔ اب یہ شہر نہیں رہتی بن چکی ہیں۔“ سلمان کے کہنے پر سب مسکرا رہے تھے۔ وہ جانتی تھی اس کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ لیکن اس نے سراٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھا۔

”ہاں! وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں۔“ تیسور نے غور سے اس کے جیسے ہوئے سر کو دیکھا۔

”بھائی! اب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہیں۔“ سلمان کے پوچھنے پر جہاں بے ساختہ ایک مسکراہٹ تیسور کے چہرے پر آئی تھی۔ وہیں ماہ رخ نے غصے سے پہلو دلا۔ ”میں تو بالکل بھی ناراض نہیں لیکن لگتا ہے مامی مجھ سے ناراض ہے۔“ وہ شرارت سے مسکرایا تو ماہ رخ نے کھانے جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

”اچھا میں بھی کوئی ماہ رخ بیچے کیوں نہیں آتی۔ کیوں بیاہ! تم تیسور سے کس بات پر ناراض ہو؟“ علیہ کے پوچھنے پر وہ پریشان ہو گئی۔ اب سب کی نظریں اس پر جمی تھیں اس کو پتہ تھا کہ وہ بڑے غصے سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔

”میں تو بڑی امی! میں ناراض نہیں ہوں میرے ٹیسٹ ہو رہے تھے اس لیے نیچے نہیں آسکی۔ سب کو بتاؤ چکی ہوں کوئی یقین ہی نہیں کرتا۔“ آخر میں وہ روپا لسی ہو گئی۔

”وہ ٹھیک تو کہہ رہی ہے امی! آپ خود سوچیں بھلا تیسور



بھی اس نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر سے نہیں ہٹائی تھیں۔

”ای ماہی بھی اچھی لڑکی ہے اس لیے اس سے پوچھ رہا ہوں۔“ ماہ رخ کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز اٹھا۔ جتنا ہوا انداز، پچھلی بات کا حوالہ، اس کی بے یقین نظریں اس پانی سے بھرنے لگی تھیں۔ اس نے بھی نہیں سوچا تھا کہ تیمور کبھی سر محفل اسے یہ بات جتا سکتا ہے۔

”بھائی بات گھمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ سلمان اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔ تو تیمور نے اپنی نظریں ماہ رخ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے ہٹائیں اور کھل کر مسکرایا۔

وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ آئی۔  
”اس شخص سے کیا کوئی اچھی امید رکھی جاسکتی۔“ سیرمھیاں چڑھتے ہوئے ماہ رخ نے خود سے کہا تھا۔ ”لیکن اگر انہوں نے سب کو بتا دیا تو۔“ دھڑکی سے سیرمھیاں عبور کرنے لگی۔



”بس حلیمہ! آج بات کی سمجھو اس جمعہ کو شرجیل اور سحر کی منگنی کر دیتے ہیں اور دو ماہ تک شادی ہماری طرف سے تو سارے انتظامات ہیں تمہارے لیے دو ماہ کافی ہوں گے۔ ہمیں کچھ بھی نہیں چاہیے اللہ کا فضل ہے بس سحر بیٹی ہمیں دے دو۔“ سعدیہ کی بات پر حلیمہ طمانیت سے مسکرا دیں۔

”باجی! سحر آپ کی ہی بیٹی ہے مجھے بس تیمور کا انتظار ہے۔ آج کل اس نے اپنے دوست کے ساتھ مل کر فیکٹری شروع کی ہے اس سلسلے میں کافی بھاگ دوڑ کر رہا ہے اب بھی تین دن سے اسلام آباد گیا ہوا ہے۔ وہ آجائے تو انشاء اللہ یہ کام بھی ہو جائے گا۔“

”ہاں تو ابھی جمعہ آنے میں پورے سات دن ہیں تب تک سب انتظام ہو جائیں گے۔ اب میں اور کچھ نہیں سنوں گی۔“ ان کے حتمی انداز پر حلیمہ مسکرا دیں۔

”جیسا آپ بستر سمجھیں۔“ ماہ رخ جب نیچے آئی تو کافی خوشگوار ماحول میں چائے پی جا رہی تھی۔ وہ سب سے ملنے کے بعد سحر کو ڈھونڈتی ہوئی لان میں نکل آئی۔ سامنے کرسیوں پر سحر کے ساتھ کوئی اور بھی بیٹھا تھا وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب سحر نے اسے دیکھ کر پکار لیا۔ سحر کے

اور ماہ رخ ایک دوسرے سے کیسے ناراض ہو سکتے ہیں۔“  
تانیہ کی بات پر تیمور نے نظریں اٹھا کر ماہ رخ کی طرف دیکھا۔ جس کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ مسکرا کر دوبارہ پلیٹ پر جھک گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر لاؤنج میں آگئے تو مجبوراً اسے بھی اتار دیا۔ پہلے ہی نیچے نہ آنے کی وجہ سے وہ اچھی خاصی پریشان ہوئی تھی۔ وہ مزید انہیں کوئی اور موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ ڈیڑھ سارے جاگلیٹ نمون کو دینے کے بعد آخر مومن نے تیمور کو اپنا ناموں تسلیم کر لیا تھا۔

”بچوں کے آنے سے گھر میں کتنی رونق ہو جاتی ہے۔“ حلیمہ نے مومن اور اربیبہ کو دیکھ کر کہا۔

”تو امی آپ تیمور کی شادی کر دیں تاکہ یہاں بھی رونق ہو جائے۔“ تانیہ جھٹ بولی۔

”تو تم سے زیادہ مجھے جلدی ہے، میرا بس چلے تو کل کے بجائے آج کر دوں پر یہ مانے تو۔“ حلیمہ نے تیمور کی طرف دیکھا تو تانیہ نے بھی اپنا رخ اس کی طرف موڑ لیا۔

”کیوں تیمور! اب کیا رابلیم ہے۔ تین سال سے تم یہ کہہ کر ٹال رہے تھے میں تم نہیں سکتا میرا کام سیٹ نہیں ہے لیکن اب تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔“  
”ہاں تو میں کب منع کر رہا ہوں۔“

”تو اس کا مطلب ہے آپ تیار ہیں۔“ اب کے سحر نے بے یقینی سے تصدیق چاہی تو وہ کندھے اچکا کر مسکرا دیا۔ وہاں موجود سب افراد کے چہرے کھل اٹھے سوائے ماہ رخ کے جو کارپٹ پر بیٹھی میگزین دیکھ رہی تھی۔

”ای امی! بس آپ تیاری کریں ایک لڑکی میں نے دیکھ رکھی ہے ہمارے پڑوس میں وہ لوگ نئے آئے ہیں۔“ تانیہ جوش میں شروع ہو گئی۔

”باجی! پہلے بھائی سے تو پوچھ لیں یہ نہ ہوا نہیں پہلے سے ہی کوئی لڑکی پسند ہو یا ادھر کسی میم کو ہی دل نہ دے آئے ہوں۔“ سلمان کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

”کیوں تیمور؟“ تانیہ کے سوالیہ انداز پر وہ جو صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے ان کی باتیں انجوائے کر رہا تھا۔ ایک دم سیدھا ہوتے ہوئے قدرے آگے کو جھکا۔

”شادی تو کسی اچھی لڑکی سے کرنی چاہیے۔ کیوں ماہی؟“ اس کی بات پر ماہ رخ چونکی۔ اس نے جھٹ سے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”ارے اسے کیا پتا وہ تو بچی ہے۔“ حلیمہ کے کہنے پر



بکار نے بروہ شخص تیزی سے بلایا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر ایک بل کے لیے وہ جران ہوئی تھی۔  
 ”اسلام علیکم۔“ اس کے قریب آنے پر اس نے کھڑے ہو کر سلام کیا۔  
 ”علیکم السلام۔ ماہ رخ یہ طلحہ ہے، پہچانا؟“ سحر کے تعارف کروانے پر اس نے سر اثبات میں بلایا۔  
 ”اور طلحہ یہ ماہ رخ ہے۔“  
 ”ان کو کون بھول سکتا ہے۔“ اس کا انداز ایسا تھا کہ سحر بے اختیار کھکھلا کر ہنس پڑی جبکہ ماہ رخ کنفیوز ہو گئی۔  
 ”تم اب تک کہاں تھیں؟“ سحر نے ماہ رخ سے پوچھا۔  
 ”سوری تھی۔“ ماہ رخ کے کہنے پر طلحہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جہاں آنکھوں میں اب بھی نیند کا خمار باقی تھا۔

”اچھا تم طلحہ کو کبھی دو مٹ میں آئی۔“ سحر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کرسی کے قریب کھرا کیا اور تیزی سے اندر کی طرف بڑھنے لگی۔

”آپ بیٹھیں۔“ طلحہ کے کہنے پر وہ جھکتے ہوئے بیٹھ گئی۔ ”چائے خاموشی کی نذر ہو گئے۔“ طلحہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا جو نظریں جھکائے کھاس کو تنک رہی تھی۔  
 ”آپ کوئی بات نہیں کریں گی؟“ آخر اس خاموشی کو طلحہ نے ہی توڑا۔

”میں کیا بات کروں؟“  
 ”کچھ بھی۔“ وہ کچھ دیر کی پھر اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”آپ آج کل کیا کر رہے ہیں؟“ وہ جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا کھل کر مسکرایا۔  
 ”دراصل پہلے میں پاگل تھا لیکن رینک میں اضافے کی وجہ سے میرے پاگل پن میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔“ اس کی آواز کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی شرارت تھی۔  
 ”جیجی ملاقات کی یاد ماہ رخ کے دماغ میں روشن ہوئی تو وہ کھل کر ہنس پڑی۔ طلحہ نے بڑی دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”آپ کو اب بھی یاد ہے؟“ وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

”جی ہاں تو کچھ بھی نہیں بھولے۔“ وہ گہرا سانس لے گئی۔

کر بولا پھر جلدی سے سنبھل گیا۔

”آپ کیا کر رہی ہیں؟“

”میں ساڑھی لٹائی میں ایم ایس سی کر رہی ہوں۔“

”دیکھنا نہیں۔“

”آپ یہاں لاہور میں ہوتے ہیں؟“ کچھ دیر خاموشی کے بعد ماہ رخ نے بات آگے بڑھانے کے لیے پوچھا۔

”جی آجکل تو لاہور ہی میں ہوں پچھلے تین سال سے میری پوسٹنگ پشاور میں تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہیے ماہ رخ! آپ بہت بدل گئی ہیں۔“ طلحہ کے کہنے پر وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ سچی اس کی نظر پھر پڑی جو ان کی طرف آ رہی تھی۔ اس کی خاموشی پر وہ مسکرایا۔

”دیکھا اگر آپ بدلی نہ ہوتیں تو ابھی مجھے بڑا زبردست جواب ملتا۔“ اس نے پھر پچھلی بات کا حوالہ دیا تو وہ قدرے مطمئن ہو کر مسکرا دی۔

”جی ہاں کی آواز پر سحر واپس چلی۔

”ایک بات کہوں آپ سے؟“ وہ جو سحر کو دیکھ رہی تھی یکدم چو گئی۔

”آپ کا وہ روپ بھی بہت زبردست تھا لیکن یہ روپ بہت دلفریب ہے۔“ ماہ رخ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس کے لیے میں ایسا کچھ تھا کہ اس کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تھی۔ اس نے گہرا کرکٹ سے اندر داخل ہونے والی تیوری کا ڈی کو دیکھا۔ اس نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ تیور کو دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس نے نظریں گھما کر طلحہ کی طرف دیکھا جو گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ صرف ایک بل کا فاصلہ اسے دیکھ کر مسکرا دی اور اس کی مسکراہٹ پر جیسے وہ کھل گیا۔ اتنی دیر میں تیور ان تک پہنچ چکا تھا۔

”ارے تیور! کیسے ہیں آپ؟“ تیور کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا طلحہ کے گلے لگتے ہوئے تیور نے غور سے ماہ رخ کی شکل دیکھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اندر جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

\*\*\*

آج وہ چارول یونیورسٹی میں ملنے کے لیے جمع ہوئی تھیں۔

”تمہاری شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی ہیں؟“

نشین نے برگر کھاتے ہوئے عروج سے پوچھا۔

”بس جو لڑکا کام رہ گیا ہے اور لنگاپنڈ کرنا ہے۔“

اس نے بڑ کرکھا کہ اس کے کانفہ کارول بنا کر سدرہ کے بیک میں کھسایا اور یہ حرکت سدرہ کی نفاست پسند طبیعت پر کافی گراں گزری تھی۔ اس نے توب کر ہاتھ بیک میں ڈال کر سچ نکال لیا اور ایک عدد پھپھر کے ساتھ کانفہ اس کی گود میں دے مارا۔

”تم دونوں کی شادی کے لیے میں نے بڑی زبردست تیاری کی ہے۔“ سدرہ انہیں کہڑوں کی تفصیل بتانے لگی۔

”کیا بات ہے تم نہیں بول رہیں؟“ عروج نے سدرہ کی بات سننے کے دوران ماہ رخ سے پوچھا۔

”میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔“

”وہیے بھی یا ماہ رخ اب زیادہ تر خاموش رہتی ہے۔“

سدرہ نے کہا تو عروج نے غور سے اس کا تڑا ہوا چہرہ دیکھا۔

”ارے یہ کون خراباں خراباں چلا رہا ہے۔“ ارے یہ تو ہماری طرف آ رہا ہے؟“ نشین کی حیرت بھری آواز پر وہ دونوں بھی متوجہ ہو گئیں۔

”جبکہ ماہ رخ جران پریشان لاپنی طرف آتے طلحہ کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے قریب پہنچنے پر اس نے سلام کیا۔

”کیسی ہیں آپ ماہ رخ؟“ طلحہ نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔ تو وہ جیسے ہوش میں آئی اور ایک دم کھڑی ہو گئی۔

”آپ یہاں؟“ میں یہاں ایک دوست سے ملنے آیا تھا اسے ڈھونڈ رہا تھا تو آپ مل گئیں سوچا آپ سے بیلو بائے کرنا جاؤں۔“

”ہم نے آپ کو پہچانا نہیں۔“ نشین نے غور سے طلحہ کی شکل دیکھی۔

”میرا نام طلحہ اکرام ہے میں آرپی میں کیپٹن ہوں اور ان کا رشتہ دار ہوں۔“ اس نے ماہ رخ کی طرف اشارہ کیا۔

”اور ہم اس کی فریڈز ہیں۔“ سدرہ نے اسی کے انداز میں کہا۔

”آپ سب سے مل کر خوشی ہوئی۔“

”ہمیں بھی۔“ وہ تینوں کورس میں بولیں۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اگر آپ کو اعزاز نہ ہو تو میں ماہ رخ سے بات کر سکتا ہوں؟“ ماہ رخ نے سچا کر طلحہ کو دیکھا۔

”اوشیور۔“ سدرہ جلدی سے بولی طلحہ نے ہاتھ سے اسے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تو وہ پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”میں آپ کا زیادہ نام نہیں لوں گا۔“ طلحہ کے کہنے پر وہ سر جھٹکا کہ اس کے ساتھ چل پڑی۔

”آپ یہاں اپنے کسی دوست سے ملنے آئے تھے؟“ ان کا نام کیا ہے؟“ ماہ رخ کے پوچھنے پر وہ مسکرایا۔

”میں آپ کو صحیح بتاؤں میرا یہاں کوئی دوست نہیں ہے۔“

”میں یہاں آپ سے ملنے آیا تھا۔“ وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے ملنے آیا ہے لیکن پھر بھی وہ کنفیوز ہونے لگی۔

”بھٹہ جائیں۔“ طلحہ نے ایک شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بچ کے آخری سرے پہنچ گئی۔

”دراصل میں آپ سے آپ کی رائے پوچھنے آیا تھا۔“

”بچھلے ہفتے جب سے آپ سے ملا ہوں تب سے سوچ رہا ہوں میں کیسے آپ سے بات کروں۔“ پہلے سچا فون پر معلوم کر لوں پھر مجھے یہ مناسب نہیں لگا تو میں یہاں آ گیا۔“ وہ خاموش ہوا تو ماہ رخ نے ابھرنے بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ طلحہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اسے کچھ کچھ محسوس تو ہوا تھا لیکن اتنی جلدی اور اتنے واضح اظہار کی اسے امید نہیں تھی۔ طلحہ بھی اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

”میں نے پہلی بار آپ کو تانے بھاننے کی شادی پر دیکھا تھا۔ تب آپ بہت شرارتی ہو گئی تھیں۔“ آپ مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ دوسری بار بھی آپ کو تانے بھاننے کے گھر یہ دیکھا تھا اور پھر تین سال بعد اب آپ کے گھر پر ان تین سالوں کے دوران میں نے ایک بار بھی آپ کو یاد نہیں کیا۔ لیکن اس دن آپ کو دیکھنے کے بعد مجھے لگا کہ میں تو آپ کو بھی بھولا ہی نہیں۔ پہلے میں شادی کے بارے میں سیریس نہیں تھا۔ لیکن اب جب میں نے شادی کے بارے میں سوچا تو میرے ذہن میں پہلا خیال آپ کا آیا۔ مجھے لگتا ہے ہم ایک ساتھ اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔ آپ مجھے پہلی نظر میں اچھی لگی تھیں، اور پھر ملاقات میں اس پسندیدگی میں اضافہ ہوا۔ اب اور مجھے لگتا ہے کہ میں آپ سے محبت کرنے لگوں گا۔“ آخر میں وہ مسکرایا تو ماہ رخ کو اپنی دھڑکن تیز ہوتی محسوس ہوئی۔

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں

طلحہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جو سر جھٹکائے ابھی وہیں



رنگے دونوں ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔  
 ”ماہ رخ! میں آپ کی خاموشی کو کیا سمجھوں؟“ کچھ دیر بعد ماہ رخ نے طلحہ کی آواز سنی تو گہری سانس لے کر سامنے دیکھا جہاں وہ بیٹوں انہیں دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ پھر اس نے اپنے دائیں طرف بیٹھے طلحہ کو دیکھا جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔ وہ غالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔  
 ”کیا آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟“ اس کی خاموشی پر طلحہ نے پوچھا تو ایک چرواس کی نظروں کے سامنے گھوما اس نے جلدی سے سر ہٹا لیا۔  
 ”تو میں اپنی ماما کو آپ کے کھڑے بیچ دوں؟“ ماہ رخ نے سر اٹھاتے ہوئے طلحہ کی طرف اشارہ کیا۔  
 ”تھیک ہے، تھیک ہے، تھیک ہے، تھیک ہے۔“ میں آپ کو بتا نہیں سکتا، میں لڑنا خوش ہوں۔“ وہ اگر نہ بھی کہتا تو بھی اس کی شکل بتا رہی تھی۔  
 ”میں چلتی ہوں۔“ وہ ایک دم کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ طلحہ بھی کھڑا ہو گیا وہ چند قدم آگے بڑھی تھی جب اس نے اپنے پیچھے سرکی آواز سنی وہ جلدی سے مڑی لیکن سر کے ساتھ کھڑے تیور کو دیکھ کر جیسے وہ بت بن گئی۔ تیور کی نظر اسے دیکھنے کے بعد طلحہ کی طرف مڑا۔  
 ”یہ موصوف یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ حمرنے اس کے قریب آ کر شرارتی انداز میں کہا۔ لیکن وہ پریشان نظروں سے تیور کو دیکھ رہی تھی۔  
 ”اے! کیا ہوا؟“ حمرنے اس کا کندھا مارا کہ اپنی طرف متوجہ کیا۔  
 ”تم یہاں؟“  
 ”ہاں! چانک بھائی لینے آگئے تو سوچا تمہیں بھی ساتھ لیتے جاؤں۔“  
 ”نہیں وہیں سدرہ سے نوٹس لے آؤں۔“ وہ تیزی سے ان بیٹوں کی طرف بڑھی۔  
 ”خیریت؟“ اپنی لمبی گفتگو۔“ عوج نے مسکرا کر اسے دیکھا لیکن اس وقت وہ کافی پریشان تھی۔ پہلے اچانک طلحہ کی آمد اور اس کا پوچھنا اور پھر تیور اس نے ایک دم اپنا سر تھام لیا۔  
 ”کیا ہوا ماہ رخ؟“ وہ بیٹوں پریشانی سے اس کی طرف بڑھیں۔  
 ”کچھ نہیں سدرہ! وہ نوٹس دے دو۔“ ماہ رخ کے کہنے پر سدرہ بکھرے ہوئے کانڈول کو سمجھنے لگی۔

”تم جا رہی ہو؟“ بیٹوں کے پوچھنے پر اس نے گردن اٹھاتے ہوئے بولی۔  
 ”نہیں، تم میرے ہمیں تم لوگوں سے ملنے آئی تھی۔“  
 ”سوری نہیں! وہ حمرنے آگئی ہے۔“  
 یہ حمرنے کے ساتھ کون ہے؟“ بیٹوں نے دور کھڑے تیور کو دیکھ کر پوچھا۔  
 ”تیور بھائی۔“  
 ”کیا۔“ وہ بیٹوں ایک ساتھ پچھیں۔  
 ”تیور بھائی آگئے ہیں اور تم نے ہمیں بتایا بھی نہیں۔“ لیکن وہ خاموش رہی۔  
 ”یار! یہ تیور صاحب پہلے کی نسبت کچھ زیادہ ہی شادمانہ ہو گئے ہیں۔“ عوج نے ستائشی نظروں سے تیور کو دیکھا۔  
 ”ہائے! ماہ رخ! اسنے اس کرنل سے میری مسیننگ کروا دو۔“ نوٹس ماہ رخ کو پھرانے کے بعد سدرہ نے اس سے کہا۔  
 ”شاید تم بھول رہی ہو کہ تم نے ہی کہا تھا کہ تیور ماہ رخ سے محبت کرتا ہے اور ماہ رخ بھی اور اب تم ماہ رخ سے کہہ رہی ہو کہ وہ اپنی محبت تمہیں دے دے۔“ عوج کا لہجہ برہم ہونے لگا۔  
 ”یہ سچ ہے۔“ عوج نے سچے سچے ہونے کا اظہار کیا۔  
 ”عادات میں اتنی بڑی تبدیلی کے پیچھے جو حرکت تھا وہ پوری طرح اس سے آگاہ تو نہیں تھی، لیکن پھر بھی کسی حد تک سمجھ چکی تھی۔“  
 ”ارے وہ تو ایک مذاق تھا۔ اب تو کبھی ماہ رخ نے وہ بات بھی نہیں کی تب تو ہم چھوٹے تھے۔ اب میں اور تب میں بہت فرق ہے اور میں ایسے ہی ماہ رخ کو شک کرنے کے لیے مذاق کرتی تھی۔“ سدرہ ہنسی تو ماہ رخ نے بڑی زنجی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔  
 ”کیوں ماہ رخ! ہمیں واقعی کوئی ایسی بات تو نہیں تھی؟“  
 سدرہ نے شرارت سے اسے دیکھا تو اس نے سر ہٹا لیا۔  
 ”دیا۔“  
 ”اللہ حافظ۔“ وہ تیزی سے پلٹ گئی تھی۔ جب وہ ان کے قریب پہنچی طلحہ تیور سے مصافحہ کر رہا تھا۔  
 ”اچھا ماہ رخ! پھر ملاقات ہوگی۔“ وہ کہہ کر چلا گیا لیکن اس نے نظر اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتی ہی سدرہ کی باتیں اس کے دماغ میں گھونٹنے لگیں۔  
 ”مذاق؟“ اس نے اس لفظ کو دل میں دہرایا۔  
 ”تم کیا جانتا سدرہ! تمہارے اس مذاق نے میری پوری

زندگی بدل کر رکھ دی۔ تم نے ٹھیک کہا تب ہم چھوٹے تھے تب میں اور اب میں بہت فرق ہے لیکن تب کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ کوئی بات دل میں بیٹھ جائے تو نکلتی نہیں، تم مذاق کرتی رہیں اور میں یہ نہیں ہوئی اور اتنی سیریس کہ وہ محبت میرے دل و دماغ پر چھا گئی۔ میں نے اس محبت کے لیے اپنی انا کو چیل دیا اور بدلے میں مجھے کیا ملا، زلت۔ تمہارے ایک مذاق کی وجہ سے زندگی کا سب سے بڑا درد میں نے پایا اور سب سے پیارے انسان کو گھوٹا۔“  
 ”ماہ رخ؟“ حمرنی آواز پر وہ چوہو گی۔  
 ”یہ طلحہ یہاں کیا کر رہا تھا؟“  
 ”پتہ نہیں میں نے پہلی بار یہاں دیکھا ہے۔“ وہ وضاحت دینے لگی۔  
 ”گیت سے اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے مڑ کر تیور کو دیکھا جو حمرنے سے بات کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ ہنسنے لگی۔  
 ”میں کیوں پائل ہوں جو ڈر رہی ہوں میں کیا لگتی ہوں اس شخص کی جو کسی اور بندے کے ساتھ مجھے دیکھ کر اسے تکلیف ہوئی وہ کون سی مجھ سے محبت کرتا ہے۔“ وہ غصے میں تیزی سے سیرھیاں چرہ چرہ لگی۔  
 \* \* \*  
 ”ماہ رخ! اب آگئی چلو۔“ وہ بالوں میں برش کر رہی تھی جب اس نے حمرنی کی آواز سنی۔ اس نے تیزی سے کلب میں بالوں کو جلاؤ پٹے پر ڈال کر وہ تیزی سے نیچے اترتی۔  
 ”تم تیار ہو؟“ حمرنے حیرت سے اس کے ساتھ بیٹھے کو دیکھا۔  
 ”ہاں تیار ہوں، کیوں کہ تم نے ٹھیک نہیں؟“ اس نے حیرانی سے اپنے کپڑوں کو دیکھا۔  
 ”نہیں کہہ کر تو ٹھیک ہیں لیکن کچھ زیور پہن لینا تھا۔“ حمرنے بڑے قدرے ریشمیں ہوئی۔  
 ”مجھے وہاں کون دیکھنے آ رہا ہے، تمہاری تیاری کا تو کوئی مطلب بھی ہے۔“ ماہ رخ نے حمرنے سے یہ تک دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔  
 ”وہاں طلحہ بھی ہو سکتا ہے۔“ اب حمرنے شرارت سے اسے دیکھا۔  
 ”تو کیا فرق پڑتا ہے۔“ وہ بے نیازی سے بولی۔

بارن کی آواز پر حمرنے اپنا سر ہٹا۔  
 ”بھائی کب سے انتظار کر رہے ہیں تم نکلوں لاگ کر کے آئی ہوں۔“ وہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول رہی تھی جب اس نے تیور کی آواز سنی۔  
 ”آج نہیں پوچھو گی ماما! کہ تم کیسی لگ رہی ہو!“  
 ہنڈل پر رکھا اس کا ہاتھ ساکت ہو گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف پھٹی۔ تیور کے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔  
 ”تو کیا تب میری بات کا مطلب انہیں سمجھ میں آچکا تھا؟“ وہ اب بھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔  
 ”چلو تم نہیں پوچھتیں تو میں خود بتا دیتا ہوں۔“ بیٹھ کی طرح بہت اچھی لگ رہی ہو۔“ کچھ بھی وہی تھی، الفاظ بھی وہی تھے لیکن لہجہ بدلا ہوا تھا۔ جہاں اس کی حیرانی پر تیور کی مسکراہٹ کہی ہوئی تھی۔ وہیں اس کی آنکھوں میں تیزی سے آنسو آئے تھے۔  
 ”تیور بھائی! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی میں اس کے لیے بہت شرمندہ ہوں۔“ پلٹ کر اب مجھے معاف کر دیں۔“ اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے۔  
 ”ارے! میں نے تو تعریف کی ہے اور تم رونے لگی ہو۔“ تیور نے اس کے بڑے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔  
 ”جنہیں اس نے ایک جھٹکے سے بچھڑایا۔“  
 ”مجھے آپ کی تعریف کی کوئی ضرورت نہیں۔“ ماہ رخ نے کہہ کر جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر اتنی ہی زور سے بند کیا۔ دروازہ بند کرنے پر تیور نے مسکرا کر اٹلی کو کان میں ٹھمایا اور مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حمرنے بیٹھنے ہی اس نے گاڑی اشارت کر دی۔  
 ”چتا نہیں اتنی بڑی غلطی مجھ سے کیوں ہو گئی۔“ وہ باہر دیکھتے ہوئے مسلسل خود کو کوس رہی تھی۔  
 \* \* \*  
 ”ماہ رخ! گڑیا دو کپ چائے اور بنا دو۔“ وہ کینٹ میں سے برتن نکال رہی تھی جب نانہ اندر داخل ہوئی۔  
 ”وہ طلحہ اور اس کی امی بھی آئے ہیں بحر تو ڈرائنگ روم میں اپنی سانس کے ساتھ چپک چپک لی گئی ہے، اتنے اشارے کیے پر بھال ہے جو اٹھ جائے۔ وہ جلدی سے بیڑیں رڑے میں سیٹ کرنے لگی۔



”اچھا بلیر، چائے بنا کر میرے کمرے میں دے جانا۔ شہلا انہی میرے کمرے میں ہیں۔“ اس نے طلحہ کی مامی کا نام لیا تو وہ سر ہلا کر چائے بنانے لگی۔ وہ چائے لے کر آئی تو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے طلحہ کی امی کی آواز سنی۔

”جب سے لاہور آیا ہے ایک سی رٹ لگا رکھی ہے کہ ماہِ برج سے شادی کرنی ہے۔ پہلے کتنا تھا سو میرے شادی کرنی ہے۔ اب ماہِ برج۔ میری تو کوئی مرضی ہی نہیں۔ ہر دفعہ اس کی پسند بدلتی رہتی ہے۔ پھر کیا جانے اگر جوان اولاد ہو اور وہ بھی اگلا تانینا تو انسان مجبور ہو ہی جاتا ہے۔“

ان کے لیے جسے تیز آواز ہی بڑا ہی تھا۔

”آئی! ماہِ برج بہت اچھی ہے۔ طلحہ کا فیصلہ غلط نہیں۔“ مامی رسائی سے بولی تو شہلا طنزیہ انداز میں ہمیں۔

”اچھا! اگر اتنی ہی اچھی ہے تو تم لوگوں نے کیوں نہیں اسے اپنا لیا حالانکہ ہمارے دونوں بھائی طلحہ سے کہتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر ہے ایک نے اپنی فیکٹری شروع کی ہے لاکھوں میں کھیل رہا ہے مگر میں جب آپ امیر ہوتے ہیں تو اپنے لیے اچھا ہی سوچتے ہیں اب تم لوگ بھی کہتے ہو گے تمہاری جو بھابیائیں آئیں وہ کم از کم لاکھوں کا بیج تو ضرور لائیں۔ جبکہ وہ ماہِ برج نہ تو اس کا باپ ہے نہ بھائی۔ جبکہ طلحہ میرا اگلا تانینا ہے میرے بھی کچھ ارمان ہیں اچھی صورت کا کیا ہے کوئی حیثیت بھی تو پھر پھر سو میرے میں کوئی پرانی نہ تھی اس کا بھائی امریکہ میں بہت اچھی پوسٹ پر ہے۔“

ان کی باتوں پر مامی کا حوصلہ جواب دے گیا۔

”جس بہت ہو گیا آئی! آپ کو ماہِ برج کے بارے میں ایسے بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ماہِ برج ہمیں محروم زیادہ عزیز ہے اور جہاں تک تیمور اور سلمان کی بات ہے اگر ماہِ برج کی شادی ان میں سے کسی سے بھی ہو جائے تو ہماری خوش قسمتی ہے۔ طلحہ کو میں اچھا لڑکا سمجھتی تھی لیکن آپ خود ہی اس کے اتنے افسوس زد تھے جی ہیں جبکہ کسی سو میرے ساتھ وہ میرے بھی تھا۔ اگر کی بات ہے تو ہمیں معاف کیجئے ہم طلحہ کے ساتھ ماہِ برج کی شادی نہیں کر سکتے۔“ مامی کے اس طرح میں آنے سے شہلا قدرے گھبرا گئیں۔

”اے بیٹا! میں نے ایسے ہی ایک بات کی ہے سو میرے تو

بس ایسے ہی۔۔۔“ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ بات کیسے سنیں۔

”مجھے تو خود ماہِ برج بہت پسند ہے۔“ پہلے کے برعکس اب ان کا لہجہ اور الفاظ یکساں بدل گئے تھے۔ لیکن ماہِ برج کا پورا وجود زلزلوں کی زو میں آ گیا تھا۔ کیوں میں ڈالی ہوئی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ وہ تیزی سے پٹی اور سامنے کھڑے تیمور کو دیکھ کر اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ یکدم اس کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے کا پیچہ لگی۔ تیمور نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اس کے ہاتھوں کو دیکھا اور آگے بڑھ کر ٹرے قلماسی۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ اندر آتے طلحہ کو دیکھ کر وہ ہنر رک گئی۔

”میں آتے وقت میں نے یہی دعا کی تھی آپ مل جائیں۔“ مجھے نہیں پتا تھا وہ وقت قبولت کا ہے۔ وہ شرارت سے بولا تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”ماہِ برج! آپ ٹھیک تو ہیں؟ اس کے انداز پر وہ چونکا۔ اس نے تیزی سے اس پر سے نظریں ہٹائیں اور کیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

”ماہِ برج!“ اس نے پکارا لیکن وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ ابھی صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جب تیمور تیزی سے اس کے قریب سے گزر کر ماہِ برج کے پیچھے بھاگا۔ وہ گیٹ کھول رہی تھی جب تیمور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔

”کمان جا رہی ہو؟“

”مجھے گھر جانا ہے۔“

”ابھی کچھ دیر میں چلتے ہیں۔“ تیمور نے اسے اندر لے جانا چاہا لیکن وہ اس سے اپنا ہاتھ جھڑا کر ہار نکل گئی اور اسی تیزی سے تیمور بھی ہار نکل گیا۔

”مائی! گاڑی میں بیٹھو۔“ تیمور نے گاڑی اس کے قریب روکے ہوئے کہا تو وہ بغیر کسی ہش کے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ تیمور بار بار مرے اسے دیکھ رہا تھا لیکن سارا راستہ اس نے ایک بار بھی سر نہیں اٹھایا تھا۔ گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے اتاری دروازہ کھولتے ہی وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور اسی تیزی سے تیمور اس کے پیچھے آیا تھا لیکن اس نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ لاک کر دیا۔

”مائی! دروازہ کھولو۔“ کچھ سکند زبید اس نے تیمور کی

آواز سنی تھی۔ تھوڑی دیر تک تیمور پکار مارا مگر کچھ دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ ساتھ ہی اس پر طاری خاموشی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ دروازے سے ہٹ کر کھینے کے سامنے آ گئی۔

”کیا میں اتنی بری ہوں کہ میں کسی کی پسند نہیں بن سکتی؟“ جس کو میں نے چاہا اس نے مجھے ٹھکرایا اور اب ایک بار پھر میں ٹھکرائی جاؤں گی۔ کیا میں شیم ہوں تو یہ میرا قصور ہے، ساری ذات میرے نصیب میں کیوں لکھ دی یا رب۔“ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر بیٹھ پھوٹ کر رو دی۔ جانے کتنی دیر گزری پھر جگن سے آئی برتنوں کی آواز پر وہ ہار نکل آئی تھی۔ رخشندہ برتن دھوری تھیں اسے دیکھ کر انہوں نے غل بند کر دیا اور تیزی سے اس کی طرف آئیں۔

”کیا بات ہے بیٹا طبیعت زیادہ خراب ہے۔“ انہوں نے اس کی سوتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

”کہاں سے کیوں آئی تھیں؟ تیمور الگ پریشان تھا۔“ وہ اب بھی کچھ نہیں بولی۔

”کھانا کھاؤ۔“ اس نے پھر سر نفی میں ہلایا تو وہ قدرے تشویش سے اس کی طرف بڑھیں۔

”ماہِ برج! اپنا کیا بات ہے؟“ انہوں نے ہاتھ سے اس کے چہرے کو چھوا تو وہ فوراً اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”ابھی ایشیم ہونا بہت بری بات ہے۔“ اس کے سوال پر وہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں، کچھ پل کے لیے تو وہ جواب دینے سے قائل نہیں رہیں۔

”مائی! جن کے باپ نہیں ہوتے وہ کیا کرتے ہیں؟“

”ماہِ برج!“ رخشندہ نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا جہاں پر انہی دیر کی تھی۔

”تینا ہے۔“ اس کا بھائی؟ اور اگر بھائی بھی نہ ہو تو؟“ اس کے سوال انہیں پریشان کر رہے تھے۔

”ماہِ برج! کیا ہو گیا ہے بیٹا؟“ انہوں نے بے ساختہ اسے گھٹک لگایا تو وہ زور زور سے رونے لگی رخشندہ نے آج بہت عرصہ بعد اسے اس طرح روئے دیکھا تھا۔

”مائی! کیا کو مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا اگر وہ چلے گئے تھے تو بڑے پایا مجھے چھوڑ کر نہ جاتے۔ آپ میں انہیں کیسے کوں بڑے پایا آپ کی ماہِ برج کو آپ کی ضرورت ہے، صرف ایک آپ تھے جو مجھے پیار کرتے تھے اور کسی کو

میری ضرورت نہیں۔“ ماہِ برج کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی اور بیڑیوں میں کھڑا تیمور تیزی سے نیچے کی طرف پلٹا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں نکل گیا۔

”کیا بات ہے تم کھانا نہیں کھا رہے؟“ وہ چاول پلیٹ میں ڈالے ان میں کچھ گھمراہ تھا۔ تیمور نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور کھانا شروع کر دیا۔

”مائی! آپ کا فون ہے۔“ سلمان نے ان کے سامنے بیٹھے ہوئے کہا۔

”بھائی! آپ کو میرا کام یاد ہے؟“ طلحہ کے اٹھتے ہی سلمان نے سرگوشی کے انداز میں تیمور سے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

”بھائی! یہ کیا کہہ رہا ہے؟“ اس کی سرگوشی پر محرکے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

”میرا اور بھائی کا برسل معاملہ ہے۔“ وہ جلدی سے بولا طلحہ کے بیٹھے ہی سلمان نے تیمور کو اشارہ کیا۔

”مائی! میرا خیال ہے محرکے ساتھ سلمان کی سگنی نہ کر دیں؟“ طلحہ نے چونک کر پہلے تیمور کو اور پھر سلمان کو دیکھا جس کے پورے دانت باہر نکل رہے تھے۔

”میرا دل خراب نہیں ہوا کہ بڑا ابھی نکو رہ بیٹھا ہے اور میں چھوٹے کی کروں۔“

”مائی! یہ تو زیادتی ہے بھائی کا تو کوئی پروگرام ہی نہیں شادی کا تو میں کب تک بیٹھا رہوں۔“ اس کے بچوں والے انداز پر طلحہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

”تم لڑکی ہو کہ تمہاری عمر نکلی جا رہی ہے؟“ طلحہ کے کھینے پر محرکے بھی پھوٹ گئی۔ تیمور بھی مسکراتے لگا تو سلمان غصے سے سر جھٹکا کر کھانا کھانے لگا۔

”پہلے محروم ماہِ برج کی تو ہو جائے۔ ابھی شہلا کا فون تھا وہ طلحہ کے لیے ماہِ برج کو مانگ رہے ہیں مجھے تو لڑکا پسند ہے اب رخشندہ سے بات کرنی ہوں؟ کیا کہتی ہے۔“

”اس کی کوئی ضرورت نہیں۔“ طلحہ اٹھنے لگیں جب انہوں نے تیمور کی سنجیدہ آواز سنی۔ اس کی آواز میں ایسا کچھ تھا کہ سلمان اور محرکے اس طرف متوجہ ہو گئے۔

”کیا مطلب؟“ طلحہ نے ابھن بھری نظروں سے تیمور کو دیکھا۔

”ہمیں مائی کی شادی وہاں نہیں کرنی۔“



"لیکن کیوں تیرا وہ لوگ ہر لحاظ سے اچھے ہیں۔" وہ بے کا اندازہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"میں نے کہا نا ہی بامانی کی شادی وہاں نہیں ہو سکتی۔" آپ انہیں انکار کر دیں۔ "آپ کہ وہ کچھ سختی سے بولا تو سحر اور سلمان نے حیرت سے پہلے تیرو کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"تیرو! اسنے اچھے رشتے سے میں انکار نہیں کر سکتی انکار کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔" وہ بھی اب غصے میں پڑیں۔

"آخر کیوں کروں انکار؟" انہوں نے جھجھکا کر تیرو کو دیکھا۔

"کیونکہ ماہی سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" تیرو کی بات پر بانی بیٹے سلمان کو زبردست اچھو لگا۔ جبکہ منہ تنک لے جانے والا بیچ حرکت کرنا تھا تو رہ گیا۔

"میرا خیال ہے یہ وجہ آپ کے لیے کافی ہوگی۔ آپ چچی جان سے بات کریں۔" وہ گری و خلیل کر ڈاٹھ کر دم سے باہر نکل گیا۔ جبکہ کمرے میں بیٹھے وہ تینوں نفوس اپنی جگہ حیران تھے۔

"ای! انہیں یہ بھی آپ نے اتنی ابر جنسی میں بلایا ہے۔" تانیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پریشانی سے ماں کی شکل دیکھی تو انہوں نے اسے طلحہ کے پرو پوئل کے بارے میں بتایا۔

"جانتی ہوں۔" وہ تیز باری سے بولی۔

"وہ تیرو کہتا ہے کہ وہ ماہ رخ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا؟" تانیہ چیخی پھر نچلا ہونٹ دانتوں کے نیچے دبا کر ہنس دی۔

"میں بھی کہوں کل صوف غصے میں لال پیلے کیوں ہو رہے تھے؟ اس نے مجھے کسی بات کا مزہ لیا۔"

"وہ کہتا ہے وہ لوگ ماہ رخ کے قابل نہیں۔" حلیمہ نے جیسے تانیہ کی بات ہی نہیں تھی۔

"کہہ تو ٹھیک رہا ہے ویسے بھی امی! ماہ رخ اور تیرو ایک دوسرے کے ساتھ جتنا خوش رہ سکتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے تانیہ! ماہ رخ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز

نہیں لیکن میں سوچتی ہوں کہیں رخشندہ کو برا نہ لگے۔" نہیں اچانک تیرو کو کیا ہو گیا ہے جب میں کبھی بھی کوئی لڑکی سے تو بتاؤ تب بولتا نہیں تھا اب ماہ رخ کی بات طے ہونے لگی ہے تو اس کا نام لے لیا۔" وہ جھجھکا تے ہوئے بولیں۔

"امی! آپ چچی جان سے بات تو کریں ویسے بیلیا کی بھی یہی خواہش تھی۔" حلیمہ نے چونک کر تانیہ کو دیکھا۔

"جب مومن پیدا ہوا تھا تو تیرو اور ماہ رخ ساتھ کھڑے تھے تب بیلیا نے مجھ سے کہا تھا میری خواہش ہے کہ یہ دونوں سدا ایسے ہی ساتھ رہیں تب میں ابھی ایران ہوئی تھی۔ لیکن بیلیا کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو یقیناً وہ تیرو کی یہ خواہش ضرور پوری کرتے۔" حلیمہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔

"بھابھی! آپ نے مجھے بلایا۔" کمرے میں داخل ہوتی ہوئی رخشندہ نے قدرے حیرت سے تانیہ کو دیکھا۔

"رخشندہ! طلحہ کے کمر والوں نے ماہ رخ کا رشتہ مانگا ہے۔" ان کے بیٹھے ہی حلیمہ نے کہا۔

"تو بھابھی! اگر آپ کو پسند ہے تو ٹھیک ہے۔" انہوں نے حیرت سے ان دونوں کے ضرورت سے زیادہ عجیبہ چہروں کو دیکھا۔

"رخشندہ! ایک رپوئل اور بھی ہے اگر تم برا نہ مانو تو؟" حلیمہ کے کہنے پر رخشندہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"بہم سب چاہتے ہیں کہ ماہ رخ کی شادی تیرو سے ہو جائے۔" حلیمہ کی بات پر رخشندہ پر جیسے شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ان کی خاموشی پر حلیمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"رخشندہ! میں تمہیں مجبور نہیں کرتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ یہ ہم سب کی خواہش ہے۔" رخشندہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

"بھابھی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میں انکار کیوں کروں گی۔ تیرو سے بڑھ کر میرے لیے اور کون ہو سکتا ہے۔ اور مجھے کیا چاہیے کہ میری بیٹی سدا میری آنکھوں کے سامنے رہے گی۔" وہ رو بھی رہی تھیں اور مسکرا بھی رہی تھیں۔

"لیکن آپ نے تیرو سے پوچھا؟" انہوں نے رک

حلیمہ کا چہرہ کچھ اتوا وہ مسکرا دیں۔

"بیٹی جان! فکر نہ کریں اسی کے کہنے پر قیامت کی ہے۔" تانیہ نے اطمینان دلایا تو رخشندہ نے جیسے اطمینان کا سانس لیا۔

"ماہ رخ میری اپنی بیٹی ہے مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اس لیے ہم تم کے ساتھ اسے بھی انگوٹھی بنادیں گے۔" حلیمہ کے حتمی انداز پر رخشندہ طمانیت سے مسکرا دیں۔

رخشندہ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اس کے سر پر کسی کی صورت میں بیٹھے تھے۔ کتنی دیر تک وہ چچی چچی کر رہی تھیں ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔ تو وہ اس کی کھلی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا دیں۔

"بھابھی نے طلحہ کا بھی ذکر کیا تھا لیکن تیرو کے ہوتے ہوئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔" انہوں نے اسے دیکھ کر جیسے تانیہ چاہتی تھی وہ ایک جھٹکے سے خواہشیں بیان آئی۔

"امی! مجھے تیرو بھائی سے شادی نہیں کرنی۔" وہ بڑی ہلیدی کی سے بولی۔ رخشندہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تو کیا تم طلحہ سے شادی کرنا چاہتی ہو؟" رخشندہ کی بات وار آواز پر وہ گھبرا گئی۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" وہ جیسی آواز میں بولی۔

"تو پھر؟" ان کے لیے کی تختی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جواب دینے کی بجائے خاموشی سے ٹھیک کی رخ کر رہی تھی۔

"تمہاری شادی تیرو سے ہی ہوگی۔" رخشندہ کے دو ایک انداز پر وہ بے بسی انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ کہیں بھی میری شادی کر دیں لیکن تیرو بھائی سے نہیں۔" وہ اب ذرا غصے سے بولی۔

"میں نے تم سے رائے نہیں مانگی تھی، اپنا فیصلہ سنایا۔" رخشندہ اٹھ کر چل دیں۔ غصے کی شدید لہر اس نے اندر اندر اترتی محسوس کی۔ وہ تیزی سے اٹھ کر ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"امی! میں آپ کے اس فیصلے کو نہیں مانتی۔" اس کی لڑائی پر رخشندہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گوارا۔

"تم چاہتی کیا ہو؟" وہ جیسے ہارنے لگیں۔

"میں بس تیرو بھائی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس کی ایک سی رٹ تھی۔

"ماہ رخ! بیٹا یہ کیا بچپنا ہے۔" انہوں نے قریب آ کر اس کا چہرہ تمام لیا۔

"بھابھی نے کہتے مان سے مجھ سے بات کی ہے تیرو کی خواہش ہے تمہارے بڑے پلایا چاہتے تھے تمہارا سنے لوگوں کی خواہش کو ٹھکرا دو گی؟ یہ سب لوگ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔" رخشندہ کے سمجھانے پر بھی اس کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ پھر گویا ہوئیں۔

"طلحہ کے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے، ہو سکتا ہے وہ غلط ہو لیکن یہ تو طے ہے کہ اس کی ماں نہیں پسند نہیں کرتی۔ تم وہاں بیٹھ ان چابی رو کی اور ان چاہا ہوا کیا ہو تا ہے اس کا درد میں جانتی ہوں تمہارے ساری عمر پیار سمیٹا ہے تم ان کا رویہ برداشت نہیں کر سکو گی۔ یہاں تم سب کو جانتی ہو، مجھے ہو سب تم کو سمجھتے ہیں، لیکن ان لوگوں کے بارے میں تم کیا جانتی ہو۔ شادی کے بعد بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور تم وہاں ایٹہ جسٹ نہیں ہو سکو گی۔"

"میں ایٹہ جسٹ کر لوں گی۔" وہ بدستور اسی لہجے میں بولی تو رخشندہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"میں نے جو کہا تھا وہ کہہ دیا۔ تمہاری فضول ضد کے لیے میں بچوں کو ناراض نہیں کر سکتی۔" وہ کہہ کر ہائیں تو ماہ رخ نے گلاس اٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارا جو دیوار سے ٹکرتے ہی زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ وہ چونک کر ہائیں۔

"تم جو بھی کر لو میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔" رخشندہ بھی آج جیسے ضد میں آگئی تھیں۔

"آپ بھی جو چاہیں کر لیں میں کبھی بھی تیرو بھائی سے شادی نہیں کروں گی۔" اتنی بد گیزری پر وہ ہکا بکا اس کا منہ دیکھنے لگیں اگلے ہی پل انہوں نے پھپھوٹوں سے اس کا چہرہ سرخ کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں چچی جان؟" تیرو نے ایک دم آگے بڑھ کر انہیں روک دیا۔ وہاں وہ چوٹیں دیں ماہ رخ غصے سے اکڑ گئی۔

"آپ آگے تو تڑا دیکھتے؟ آپ کو تو بہت خوشی محسوس ہو رہی ہوگی دوسروں کو تکلیف دے کر ویسے بھی آپ بہت



خوش ہوتے ہیں۔" رخشندہ پریشان نظروں سے اس کا گستاخانہ انداز دیکھنے لگیں۔

"تیسرا تم مجھے چھوڑو۔" انہوں نے خود کو تیسرے سے چھڑوانے کی کوشش کی جس نے انہیں مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

"بلیز چلی! ہاتھ مت اٹھائیں" آرام سے بات کریں وہ سمجھ جائے گی۔

"جی نہیں سمجھوں گی میں" آپ کی باتوں سے امی ایسے ہنس ہو سکتی ہیں میں نہیں۔ کس بنا پر آپ نے مجھ سے شادی کی بات کی؟ آپ ہوتے کوئی ہیں میرے لیے بات کرنے والے۔" اس گستاخانہ انداز نے ابھی اس کا گلا دبا دے گی۔ تیسرے کے سامنے اتنی بد تمیزی پر رخشندہ اندر تک شرمندہ ہو گئیں۔ بے بس سی ہو کر وہ تیسرے کے ساتھ لگ کر رونے لگیں۔

"اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے۔" اچھا ہوا اس کا باپ ہر گناہ کا از کم وہ تو اس کی بد تمیزی نہیں دیکھ سکا۔ اللہ نے مجھے پتا نہیں کیوں زندہ رکھا ہے، مجھے بھی اپنے پاس بلا لے تو اچھا ہے۔" تیسرے نے طامت بھری نظروں سے اسے دیکھا لیکن وہ کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر اپنے کمرے میں آگئی۔ کچھ دیر بعد آہٹ برائے دروازے کی سمت دیکھا اور تیسرے کو دیکھ کر وہ ایک ہنسنے لگی ہوئی۔

"آپ کیوں آئے ہیں جا میں یہاں سے۔" لیکن وہ دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"نا نہیں آپ نے۔" وہ غرائی۔ تیسرے کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی اور اس کی لپ لپ گہری ہوئی مسکراہٹ جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ وہ دروازے کے سامنے اس طرح پھیل کر کھڑا تھا کہ وہاں پر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ "تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟" تیسرے کے سوال پر اس نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تو وہ ہنس پڑا۔

"اچھا لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

"بکواس کی تھی میں نے" لعنت بھیجتی ہوں میں اپنے الفاظ پر اور معافی مانگ چکی ہوں آپ سے، بلیز میری جان چھوڑ دیں۔" وہ پیڑے آن پائل ہو گئی تھی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔

"لیکن میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ماہ رخ طنزیہ انداز میں مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں جانتی ہوں آپ یہ کیوں کر رہے ہیں لیکن آپ کی ہمدردی اور ترس کی کوئی ضرورت نہیں۔" ماہ رخ آپ سے قربانی دے رہے ہیں۔ نہیں آپ کو پسند کرتی ہیں۔

تر آپ پھر کیوں آپ اپنی زندگی برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اسے پسند کی کسی لڑکی سے شادی کریں اور خوشی سے زندگی گزاریں۔ لیکن لگتا ہے آپ کو قربانی دینے کی عادت چلی ہے۔ لیکن آپ کی اس قربانی سے کسی کو خوشی نہیں

ہے۔ بلکہ آپ کی اہمیت میں اضافہ ضرور ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے دیکھو تیسرے نے جتنی بیکار کام کیا ہے۔ ایک بیکار بے سارا لڑکی سے شادی کر لی۔ جس کا باپ نہیں تھا اسے شاندار چیز دے سکا۔ آپ کو اپنی تعریف سننے کی عادت ہو چکی ہے، ہے نا۔" وہ سفلی کی حد تک بے رحم ہو چکی تھی۔ اس دوران پہلی بار تیسرے کے ہونٹوں سے مسکراہٹ عیاں ہوئی تھی۔

"لیکن قربانی دینا میری عادت نہیں۔ میں آپ سے شادی نہیں کروں گی۔ سب یہی کہیں گے کہ ماہ رخ بیکار ہے تو میں یہی ہی ٹھیک ہوں۔" وہ کچھ دیر تجویز سے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر ایک دم باہر نکل گیا۔

اس بات کو تین دن گزر گئے تھے اور تب سے اب تک وہ سو فکھ رخشندہ سے معافی مانگ چکی تھی لیکن وہ تو تیسرے کی شکل دیکھنے کی رودادار نہیں تھیں۔

\*\*\*

کل تانبہ زبردست طریقے سے اس کی کلاس کے کمرے تھی تب سے وہ پشیمان تھی۔ ایک شخص کے لیے اس نے اپنے پیاروں کو ناراض کر دیا تھا۔ سلمان اور سحر کو اس کا حکم نہیں تھا لیکن علیہ کو شاید اس کی جھجک پڑ گئی تھی انہوں نے اس سے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن کل سے ان کی طبیعت سخت خراب تھی اور وہ اوپر باگوں کی طرح پتھر کی پھر رہی تھی۔ ٹھیک ہار کر وہ نیچے اتر آئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ لرز اٹھی۔ سامنے بیڈ پر علیہ لیٹی تھیں ان کے دائیں

طرف سحر کھڑی تھی بائیں طرف تیسرے اور رخشندہ بیڈ تھے۔ جبکہ بیڈ کی دوسری طرف تانبہ اور رخشندہ بیڈ تھے۔ آج سے تقریباً ساڑھے تین سال پہلے بھی اس کچھ ایسا منظر دیکھا تھا۔ جہاں بیڈ پر غلط صاحب بیٹے

نے اپنے اندر ایک خوف اترنا محسوس کیا۔ اسے دیکھتے ہی تانبہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔ رخشندہ نے اسے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ جبکہ تیسرے کا چہرہ کسی کے اثر سے خالی تھا وہ جا کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"بڑی امی!" اس کے پکارنے پر انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور کتنی دیر تک اسے دیکھتی رہیں۔ اس کی آنکھوں میں بے شمار شکوے تھے، کچھ تھا۔ اس نے اپنے اختیار اپنا سر ان کے کندھے پر رکھ دیا۔ ان کے اشارہ کے تحت سحر اور سلمان باہر نکل گئے جبکہ تیسرے اور رخشندہ وہاں سے گئے۔

"میں تو آج تک یہی سمجھتی رہی ماہ رخ کہ تم ہم سے محبت کیا کرتی ہو۔" نے تو بولے مان سے تمہارا نام لیا

"اللہ" علیہ کی بات پر کئی آنسو اس کی آنکھوں سے نکلے۔ اس نے نظریں اٹھائیں تو اس کی نظر سامنے کھڑے ہوئے۔ اس نے آنکھوں کا زاویہ بدل کر اپنا سر ان کے کندھے سے اٹھالیا۔ اسے رونا دیکھ کر انہوں نے ہاتھ اس کے آنسو صاف کیے۔

"ماہ رخ! میں نے تمہیں بیشہ خراور تانبہ سے زیادہ پیار کیا ہے تمہاری خوشی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اگر تمہیں اس سے تم طلحہ کے ساتھ زیادہ خوش رہ سکتی ہو تو ہم طلحہ کو ہاں کر دیتے ہیں۔" اس کا سر نفی میں ہلا تو علیہ فوراً اس کا چہرہ دیکھا۔

"تو کیا تم میرے تیسرے دامن ہو گئی؟" ان کے سوال پر وہ خاموش رہی۔ اس دوران رخشندہ کا رونا اس کی طرف متوجہ تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ اپنا سر ان کے کندھے پر رکھ دیا تو جہاں رخشندہ نے بے اختیار کمراساس اورین علیہ نے آسودگی سے مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

\*\*\*

اس کے ہاں کسے ہی معافی کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں، وہ چپ چاپ سب دیکھ رہی تھی۔ تیسرے معافی کا سوٹ خود اس کے لیے پسند کیا تھا جو کالی بھاری لباس اس پر تیسرے کر رہے تھے تو کچھ سے وہاں سے گئی۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے مستطیل فون کی بجٹی لائٹ نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تھی۔ "ایلو۔" اس کے بولنے پر دوسری طرف خاموشی تھی۔

"ماہ رخ! آپ نے انکار کیوں کیا؟" کچھ دیر بعد اس نے طلحہ کی آواز سنی۔ کچھ لمحوں کے لیے وہ بول ہی نہیں سکی۔

"میں نے انکار نہیں کیا، آپ کی امی نہیں چاہتی تھیں۔"

ماہ رخ! میں جانتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں میں انہیں متا لیتا کیا اب کچھ نہیں ہو سکتا؟" اس کے پوچھنے پر وہ ہونٹ چبانے لگی۔

"میں جانتا ہوں کل آپ کی معافی ہے، لیکن پھر بھی میں آپ کا انتظار کروں گا اگر آپ چاہیں تو۔" طلحہ کی آخری بات پر وہ ساکت ہوئی تھی۔ لانا کی بیڑیوں پر بیٹھ کر اس نے اپنا سر گھٹوٹوں پر رکھ دیا۔ اس دن صرف ایک لمحے کے زیر اثر وہاں کر بیٹھی تھی۔ لیکن طلحہ کے فون کے بعد وہ عجیب کشش کا شکار ہو گئی تب ہی کوئی اس کے قریب آکر بیٹھا تو اس نے سراٹھا کر اپنے دائیں طرف دیکھا۔ تیسرے کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھی اور اسی تیزی سے تیسرے کو ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھالیا۔

"تیسرے بھائی۔" وہ جھنجھالی۔

"بھائی؟ اب تو بھائی کرنا چھوڑ دو۔" وہ شرارت سے مسکرایا تو ہارنے کے دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ میں دبا اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔

"اب تمہارے منہ سے تیسرے کو مل جاتا ہے۔"

"آپ کو حسرت ہی رہے گی۔"

وہ اب بھی ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اچانک اس نے اپنے ناخن اس کے ہاتھ پر گاڑ دیے۔ تکلیف پر اس نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا وہ والا ہاتھ بھی تھام لیا۔

"اتنا غصہ مایا؟"

"ماہ رخ! نام ہے میرا۔" وہ جیسے غرائی۔

"میری تو تم مایا ہو۔" تیسرے نے شرارت سے اس کے سر پر تھپکے۔

"آپ کو کوئی حق نہیں مجھے مایا کہنے کا۔"

"کل یہ حق بھی میں لے لوں گا۔" اب ماہ رخ نے نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔" معافی کوئی ایسا رشتہ نہیں جس سے آپ کو کوئی حق مل جائے گا آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں



اگر انگوٹھی پہن لوں گی تو آپ سے شادی بھی کر لوں گی۔  
 کبھی نہیں میں یہ منگنی ہی توڑ دوں گی شاید تین سال پہلے  
 اپنی ہی ہوئی یا نہیں آپ بھول چکے ہیں۔ لیکن میں نہیں  
 بھولی آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے پھر بھی شادی کرنا  
 چاہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اس دن آپ نے  
 طلحہ کی ای کی باتیں سن لی تھیں اور آپ کو مجھ پر ترس آ  
 گیا ہو گا۔ لیکن مجھے آپ کے ترس کی کوئی ضرورت  
 نہیں۔ میں کسی ایسے شخص کے ساتھ ساری زندگی نہیں  
 گزار سکتی جس سے میں نفرت کرتی ہوں۔ وہ اس کی  
 آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑی بے خوبی سے بولی رہی تھی۔  
 وہ مسکرایا اور اپنے ہاتھوں میں دے لے اس کے ہاتھوں کو اس  
 قدر زور سے دبایا کہ اس کی آنکھیں کھلیں۔ اس کی آنکھیں خود  
 ہی جھپک گئیں اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے دوبارہ اس کی  
 طرف دیکھا۔  
 ”تمہاری بد تمیزی کا انعام ہے یہ۔“ تیمور نے اس کے  
 ہاتھ چھوڑ دیے تو اس نے سرخ ہوئے ہوئے ہاتھوں کو  
 دیکھا۔  
 ”آپ درد کے علاوہ اور دے بھی کیا سکتے ہیں۔“ وہ  
 روکتے ہوئے پوری اور تیزی سے اندر کی طرف بھاگ گئی۔  
 منگنی کا انتظام ہال میں خاصا بیوی پارک سے وہ اور  
 سرسید سے ہال میں پہنچے تھے۔  
 ”میری بیٹیاں تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔“ حلیمہ نے  
 دونوں کو پار کرتے ہوئے کہا تو عمران کے گلے لگ کر رو  
 پڑی۔ جبکہ وہ خود بھی آبدیدہ ہو گئیں۔ ماہر کی آنکھیں  
 دیکھ کر انہوں نے اسے بھی گلے لگا لیا۔  
 ”امی!“ تانیہ تیزی سے اندر داخل ہوئی اس کے ساتھ  
 سلمان اور رشید بھی تھے۔ تانیہ نے آہستہ سے ان کے  
 کان میں کچھ کہا تو وہ پریشانی سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔  
 ”یہ لڑکا تو بالکل پاگل ہو گیا ہے۔“ اس کے ساتھ وہ  
 چاروں باہر نکل گئے بحر اور ماہر نے جراتی سے ایک  
 دوسرے کو دیکھا۔ سچی شربیل کی بہن اندر آئی وہ حرکت  
 کان میں آہستہ سے کچھ کہنے لگی، ”کئی خوب صورت رنگ  
 اس کے چہرے پر ٹھہر گئے۔ ماہر ایک ٹک اسے دیکھنے  
 لگی کچھ دیر بعد وہ لوگ حرم کے لیے باہر لے گئے۔  
 تب ہی سلمان اور شراز کے ساتھ ایک آدمی اندر چلا آیا  
 اور ان کے پیچھے تانیہ، رشید اور حلیمہ بھی تھے۔ وہ حیرت  
 سے انہیں دیکھنے لگی۔ لیکن جب اس آدمی نے تیمور مظفر

کے لیے اس سے اقرار مانگا تو حیرت کی شدت سے اس  
 آنکھیں معمول سے زیادہ کھل گئیں۔ اس نے اپنی ہاتھ  
 طرف دیکھا تو وہ اس کے قریب آ گئیں۔  
 ”میں صرف اتنا کہوں گی کہ میری عزت تمہارے  
 میں ہے۔“ وہ اتنا دھیمبا بولیں کہ وہ بشکل سن سکی تھی  
 کچھ دیر وہ ساکت نظروں سے سامنے بڑے نکاح خانے  
 دیکھتی رہی، آخر اس نے کاہتے ہوئے ہاتھوں سے اس  
 نامے پر ساکن کر دیے۔ حلیمہ نے بے ساختہ آگے بڑھ  
 اس کا ہاتھ چوما اور جب سلمان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا  
 وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی۔  
 اس نے یہ خواہش کی تھی اور آج حلاوتی طور پر اس کی  
 خواہش پوری ہو گئی تھی۔ لیکن وہ خوش نہیں تھی۔ ایک  
 چاند خاموشی بھی اس کے اندر۔ نکاح والے دن وادی  
 تیمور نے اس سے کہا تھا۔  
 ”تم نے منگنی توڑنے کی بات کی تھی اور میں نے تم  
 متعلق تمام حقوق حاصل کر لیے ہیں۔“ اور وہ کچھ  
 نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ حیران تھی کہ وہ تیمور کہاں گیا۔  
 کی چھوٹی چھوٹی خواہش کا وہاں اس لیے رکھا تھا کہ  
 ”نکاح نہ ہو اور اب اس کی آنکھ میں آنسو نہ دیکھ سکے۔  
 وہ شخص اب خود اسے رلا رہا تھا۔ وہ خود کو بہت بے بسی  
 محسوس کر رہی تھی۔ اب اس کے پاس ایک ہی صورت  
 تھی اور وہ راستہ طلحہ تھا۔  
 \* \* \*  
 وہ تانیہ سے ملنے پہنچے آئی تھی لیکن لاؤنج میں مس  
 اکٹھا بیٹھا دیکھ کر وہ کھڑا کر دی ہوئی تھی۔ لیکن  
 یہ تھی کہ وہ اب نیچے آچکی تھی اور تانیہ بھی اسے دیکھ  
 تھی۔ جب سے تیمور کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا۔  
 اور حرکت اس کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لیے وہ ان  
 سامنے آنے سے کترات تھی۔ وہ سب کو سلام کر کے  
 کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس نے سلمان اور حرم کے چہرے  
 طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔  
 ”ماہر! تمہارا پورا پورا بیوی لانے کی باتیں کر رہا ہے  
 تانیہ کی بات پر اس نے سلمان کی طرف دیکھا۔  
 ”بھئی میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اب بھائی  
 شادی کر رہے ہیں اور سارے گھر پر ان کا راج ہے اور  
 کے دل پر ماہر راج ہے اس سے پہلے کہ سب جگہ

لگا جائے میں اپنی بیوی لے لی آؤں شاید اسے تھوڑی سی  
 بلکہ مل جائے کیوں بھائی!“ سلمان کے شرارت سے کہنے  
 سب مسکرائے۔ جبکہ وہ پریشان ہو گئی۔ تب ہی موسم  
 بھاتا ہوا اس کی طرف آیا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔  
 ”خالد! آپ میری ماما ہیں۔“ موسم کی بات پر وہ چپ  
 کی چپ رہ گئی جبکہ ان تینوں کے قہقہے بلند ہوئے۔  
 ”موسم! آپ سے کس نے کہا؟“ سلمان نے اس کا  
 بازو پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔  
 ”تیمور ماموں نے میرا اب خالد کو ماما کیوں کہا؟“  
 موسم کی معصومیت اس کے لیے مصیبت بنی جاری  
 تھی۔  
 ”اس لیے بیٹا کیونکہ ماہر راج خالد اب ماموں کی دامن  
 ہیں۔“  
 تب ہی تیمور کی گاڑی کے پارن پر اس کی دھڑکن ایک  
 دم تیز ہوئی اور اس کی تیزی سے وہ ٹھہری ہو گئی۔  
 ”آرام سے! آرام سے! بھائی بیکم! آپ کے مجازی  
 خدا نے اندر ہی آنا ہے۔“ اس کی اس حرکت کو سلمان نے  
 اپنے انداز میں لیا۔  
 ”کیا بات کرتے ہو سلمان! آرام سے کیسے بیٹھ سکتے ہے  
 اچھی بیویاں اپنے شوہر کا استقبال مسکراتے ہوئے کیٹ پر  
 کرتی ہیں۔“ حرم نے بھی قہقہہ دیا تو تانیہ کھکھلا کر ہنس  
 پڑی۔ جبکہ اس کی شکل رونے والی ہو گئی تھی۔ رشید نے  
 نظر اٹھا کر اس کا سر چھو دیکھا۔  
 ”ارے ماہر! شراؤ مت چاؤ تیمور سے مل آؤ یہ نہ ہو  
 ارے سامنے بات بھی نہ کرے بے چارہ“ شرمیلا جو  
 ہے۔ تانیہ کے شرارت بھرے انداز پر اس کی آنکھوں  
 میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ وہ حلیمہ کی طرف بڑھی تو انہوں  
 نے اسے اپنے پاس بیٹھا لیا۔  
 ”ہر وقت اس کے پیچھے مت بڑے رہا کرو، پہلے ہی  
 میری بچی نے نیچے آنا چھوڑ دیا ہے۔“ حلیمہ نے انہیں  
 ہلا کر ڈانٹا لیکن ان کے ہونٹ مسکرا رہے تھے۔  
 ”السلام علیکم۔“ اندر داخل ہوتے ہی تیمور نے سب کو  
 ”السلام علیکم۔“ ماہر کو وہاں بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا۔  
 ”مکرم! آمین؟“ تانیہ کے قریب بیٹھتے ہوئے اس  
 نے پوچھا۔ تانیہ تیمور سے باتیں کرنے لگی۔ اس دوران  
 اس کا دل پوری رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ نکاح کے بعد  
 وہی باران کا سامنا ہو رہا تھا اور وہ تیمور کے سامنے اپنا ریکارڈ

نہیں لگوانا چاہتی تھی۔  
 ”بھائی! آپ کی گاڑی کا پارن سننے ہی ماہر راج بے اختیار  
 کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن اتنے زیادہ عالم سراج کی موجودگی  
 میں باہر نہیں جاسکی لہذا آپ اس سے مل لیں لیکن بعد  
 میں۔ ہو سکتا ہمارے سامنے آپ رومانیک ڈائیلاگ نہ  
 بول سکیں۔“ سلمان کی زبان تیزی سے چل رہی تھی۔  
 تیمور نے مسکرا کر بڑی بھرپور نظروں سے اس کے گہرائے  
 ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اس کو بغور ماہر راج کی طرف دیکھتا ہوا  
 تانیہ شرارت سے کھانسی۔  
 ”تیمور! اگر تم کو تمہا بھائی چاہیں۔“  
 ”بھئی اور پوچھ پوچھ۔“ تانیہ کے پوچھنے پر سلمان تیزی  
 سے بولا۔  
 ”میرا خیال ہے،“ بھائی شرا رہے ہیں۔“ حرم نے  
 شرارت سے کہا وہ سب جانتے تھے کہ نکاح کے بعد وہ پہلی  
 بار آئے سامنے آئے ہیں اس لیے ان کی شونیاں عورت پر  
 تھیں۔ جبکہ اس کی جان ہوا ہو رہی تھی۔ وہ ایک دم کھڑی  
 ہوئی۔  
 ”کہاں جا رہی ہو؟“ حرم چل دی ہوئی۔  
 ”مجھے فوس بنانے ہیں۔“ اس کی آواز کانپنے لگی۔  
 ”بیٹھ جاؤ ماہر! بھائی اتنی دور بیٹھے ہیں اب اپنی دور  
 سے آنکھوں ہی آنکھوں میں حرمیں لگنے سے رہے۔“  
 سلمان نے کہنے کے ساتھ اسے ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔  
 ”وہ ایک بات تو بتاؤ تم لوگوں کا جیکب سے پل رہا  
 تھا؟“ سلمان نے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی لیکن  
 سرگوشی اتنی بلند تھی کہ سب نے آسانی سن لی تھی۔ اس  
 نے اٹھا کر کئی نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس پر کوئی اثر  
 نہیں ہوا۔  
 ”وہیے! میں خود اندازہ کر لیتا جاؤں گا۔“ جب بھائی ہر  
 وقت ماما ماما کو کہتے رہتے تھے اور تم تیمور بھائی تیمور بھائی  
 کرتی رہتی تھیں۔ اب تو شاید تیمور جی یا جان کا اضافہ  
 کرتی ہوگی۔“ سلمان کی بات سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔  
 ”امی! میں عورت کی طرف جا رہی ہوں۔“ اس نے بچپن  
 کے دردازے پہ کھڑے ہو کر ان سے کہا لیکن وہ اس کی  
 طرف متوجہ ہوئے بغیر اپنے کام میں مگن رہیں وہ کچھ دیر  
 انہیں دیکھنے کے بعد باہر نکل آئی۔ آج ان چاروں  
 سیلیوں نے عورت کے گھر جمع ہونا تھا۔ ان سب نے اس  
 سے نکاح کی خوشی میں ٹہنٹ مانی تھی۔ جب وہ لان میں



پہنچی تو تیور گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا اسے دیکھ کر رک گیا۔ لیکن وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

”کہاں جا رہی ہو مائی؟“ تیور نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

”آپ کو بتانا ضروری ہے؟“ اس جواب پر ایک بل کے لیے وہ خاموش رہ گیا۔

”میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔“ وہ پھر منہ پھل کر بولا۔

”اس کی ضرورت نہیں۔“ وہ رکھائی سے جواب دے کر گیٹ کی طرف بڑھی۔ جب اپنا کھانک تیور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔

”مائی! تم ایسے ہی بیویوں کر رہی ہو! کیا تم اب تک مجھ سے ناراض ہو چکی؟“ تیور کے چہرے پر ہنس بے بسی تھی۔

ماہ رخ نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔

”میں آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی۔ ناراض تو ان سے ہوا جاتا ہے جن سے آپ کا کوئی رشتہ ہو جبکہ میرا اور آپ کا تو کوئی رشتہ ہی نہیں اور کائنات کا جو رشتہ آپ نے جوڑا ہے نا میں اسے نہیں مانتی۔“

اس دوران اس نے ایک بار بھی تیور کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ عروج کے گھر پہنچتے تک اس نے خود کو نارمل کر لیا تھا گاڑی سدرہ کے پاس موجود جی لفٹ اوہ سب K.F.C آ گئے۔

”موتی حیرت کی بات ہے شادی میں اور عروج کی ہونے والی تھی اور نہ ماہ رخ دے رہی ہے۔“ سدرہ نے نوک پچھتے ہوئے کہا۔

”بھئی ہم تو منگنی میں گئے تھے وہاں پتا چلا نکاح ہے۔“ عروج نے مسکرا کر ماہ رخ کو دیکھا۔

”بھئی اس دن ماہ رخ باری بھی تو اتنی لگ رہی تھی“ تیور نے سوچا ہو گا یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

”نہیں کے کہنے پر وہ تینوں ٹھکھکلا کر ہنس پڑیں۔

”ارے وہ کیسیں طلحہ تو نہیں۔“ سدرہ کی آواز پر ماہ رخ نے اختیار چھٹی تھی۔ وہ واقعی طلحہ ہی تھا جو کسی لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔ ماہ رخ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ ان تینوں سے ایک سکیچہ ذکر کے طلحہ کی طرف بڑھی اس کی دھڑکن بہت تیز تھی۔ لیکن فیمل سے کچھ فاصلے پر اسے رکنا پڑا۔

”میں نے آج سے پہلے تم سے زیادہ خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی۔“ وہ اس لڑکی سے کہہ رہا تھا۔ ان دونوں کی ماہ رخ کی طرف پشت تھی۔

”میں تمہیں پہلی نظر میں ہی پسند کرنے لگا تھا لیکن لگتا ہے اب تم سے محبت کرنے لگوں گا۔“ طلحہ کے ہر لفظ کے ساتھ ماہ رخ کو لگ رہا تھا وہ لمحہ بہ لمحہ زمین میں دھنستی جا رہی ہے۔

”میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ دھواں دھواں چہرے کے ساتھ واپس چلی۔

”کیا ہوا ماہ رخ! طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟“۔ ”نہیں نے اس کے سفید پڑے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کھرتے ہیں۔“ وہ بڑی وقت سے بولی تھی۔

\*\*\*

سدرہ کے جانے کے بعد کتنی دیر تک وہ انتظار کرتی رہی لیکن سلمان نہیں آیا۔ آج پہلک ڈرائیو پورٹ کی ہر تال تھی۔ صبح سلمان اسے پھوڑ کر گیا تھا اب بھی اسے ہی لینے آتا تھا۔ لیکن اس کے لیے ہونے والے ٹائم سے بھی آدھا گھنٹہ اوپر ہو چکا تھا۔ اوپر سے تیز بارش اور کمرے یا دلوں نے دوسرے کوشام میں بدل دیا تھا۔ اس نے گھر آ کر گاؤنڈ پر نظر ڈالی صرف چند اسٹوڈنٹس تھے جو شہر کے نیچے کھڑے تھے۔ وہ تیزی سے باہر نکلی یونیورسٹی کے سامنے فوٹو اسٹیٹ شاپ تک پہنچنے میں وہ کافی حد تک بیگ لٹی تھی۔ اوپر سے سرریوں کی بارش وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔

”مجھے ایک فون کرنا ہے۔“ اس نے گاؤنڈ کے پیچھے کھڑے لڑکے سے کہا تو اس نے مٹی فون اس کے آگے سرکا دیا۔ کچھ دیر کے بعد سلمان نے فون اٹھالیا۔

”ماہ رخ! ایک سکیچہ مٹی ایک ایریجی ہو گئی ہے اس لیے میں تمہیں لینے نہیں آ سکتا۔“ اس کے پوچھنے پر سلمان نے بتایا۔

”تو اب میں کیا کروں؟“ اس نے گھبرا کر بار تیزی سے برقی بارش کو دیکھا۔

”ماہ رخ! تم ایسا کرو بھائی کو فون کرلو۔“ کچھ دیر بعد اس نے سلمان کی آواز سنی۔ سلمان نے اسے تیور کے موبائل اور آفس کا فون نمبر لکھوا کر غلٹ میں فون بند کر دیا فون رکھ کر وہ کتنی دیر تک باہر دیکھتی رہی۔ تب ہی

اسے دکان میں داخل ہوئے تھے۔ تو وہ دکان کے دروازے کے بائیں کھڑی ہو گئی۔ لیکن اب تک وہ ایسے کھڑی رہ سکتی تھی آخر کار بہت کم کے اس نے تیور کا سیل نمبر ڈائل کیا لیکن وہ آف تھا۔ گاؤنڈ پر کمرہ لڑکا اب آنے والے دونوں لڑکوں سے بائیں کرنے لگا وہ تینوں اس کی طرف متوجہ تھے۔ اس نے گھبرا کر اپنی مثال کو سمجھ لیا اور اس کے آفس کا نمبر مانے لگی۔

”مجھے تیور منظر سے بات کرنی ہے۔“ دوسری طرف کسی لڑکی نے فون اٹھالیا تھا۔

”سوری! ہم اس وقت بڑی ہیں آپ تھوڑی دیر تک فون کریں۔“

”دیکھیں پلیز میرا ان سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔“

”ہمیں انہوں نے ڈسٹرب کرنے سے منع کیا ہے۔“

”آپ! انہیں کہیں مائی! کئی مین ماہ رخ کا فون ہے۔“

”پتا نہیں کیسے اس کے منہ سے۔“ مائی نکل گیا تھا اور پتا نہیں کیوں اسے یہ یقین تھا اس کا نام سن کر وہ ساری مصروفیت ترک کر دے گا اور وہی ہوا چند سیکنڈ بعد وہ لائن پر تھا۔

”ہیلو مائی! سب ٹھیک تو ہے نا؟“ اس کی آواز میں حیرت تھی۔

”آپ مجھے لینے آ سکتے ہیں۔“ کچھ سرری اور کچھ گھبراہٹ کے سارے اس کی آواز پکارتے لگی تھی۔

”کہاں ہو تم؟“

”میں یونیورسٹی کے سامنے فوٹو اسٹیٹ شاپ پر ہوں۔“

”اب وہ رو پڑی۔“

”میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔“ ساتھ ہی لائن قطع ہو گئی۔ اس کی فیکٹری سے یونیورسٹی کا راستہ میں کھٹ کا تھا۔ ریش ڈرائیو بک کے ساتھ بھی وہ پندرہ منٹ تو گزر لیتا۔ پیچھے کھڑے لڑکوں نے اب گانا شروع کر دیا تھا۔

”اس کی وجہ سے وہ باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ پہلے ہی وہ لائی ہو چکی تھی۔ سرری کے مارے اس کے ہونٹ نیلے ہوئے تھے۔ وہ اب اس کے نزدیک آگئے تھے اور دیر بعد ان میں سے ایک اس کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں ہو گیا۔

”ہار! تم نے بھی بیگیا ہوا حسن دیکھا ہے۔“ دائیں کھڑے لڑکے نے بائیں والے سے کہا۔ ماہ رخ کی

دھڑکن غیر معمولی طور پر تیز ہوئی اس نے بے تابی سے سڑک کے بائیں طرف دیکھا اس منٹ ہو چکے تھے۔

”یار دیکھا تو نہیں تھا لیکن اب دیکھ رہا ہوں۔“ دائیں والا اس کے قریب بھاگا۔ ماہ رخ کی آنکھوں میں پانی جمع ہونا شروع ہو گیا۔ تب ہی ایک گاڑی دکان کے بائیں سامنے سڑک کے اس پار رکی تھی۔ گاڑی میں سے نکلے تیور کو دیکھ کر وہ ہر خوف بھول گئی تھی۔ وہ تیزی سے دکان کا دروازہ کھول کر تیور کی طرف بھاگی۔

تیور نے حیرت سے اسے دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی وہ سیدھی اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے لگی۔ ایک بل کے لیے وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ تیز برقی بارش کی وجہ سے وہ دونوں مکمل طور پر بیگ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ دونوں ہی جیسے اس سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ ایک گاڑی تیزی سے ان کے قریب سے بارن بجائے تیزی تو تیور جیسے ایک دم ہوش میں آیا۔

”مائی! کیا ہوا؟“ اس نے ماہ رخ کو خورے الگ کر کے اس کا چہرہ اوجھا دیا وہ اب بھیگیوں کے ساتھ دوڑی تھی۔ روکنے کی وجہ سے اس سے بات نہیں ہو پارہی تھی۔ تیور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گاڑی میں بٹھایا۔ اور خود ڈرائیو تک سیٹ پر آگیا۔ وہ اب بھی اسی طرح درستی تھی۔

”مائی! کچھ بولو تو۔“ تیور نے اس کے دونوں سر ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر مسایا۔ ماہ رخ نے خوف زدہ نظروں سے فوٹو اسٹیٹ شاپ کی طرف دیکھا وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں تیور نے دکان کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھا جس پر خوف غمزہ تھا۔ تیور نے اس کا ہاتھ پھوڑ کر کار کا دروازہ کھولا اور اسی تیزی سے ماہ رخ نے اس کا ہاتھ تھامنا۔

”کہاں جا رہے ہیں؟“

”اب تم کچھ بولو گی میں تو مجھے خود تار تارے گا کہ کیا بات ہے؟“ ماہ رخ نے جلدی سے خود کو سنبھال کر اپنے آنسو صاف کیے۔

”کچھ نہیں میں ڈر گئی تھی۔ آپ مجھے گھر چھوڑ دیں۔“ تیور نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں دے اسنے ہاتھ کو۔ ایک جاندار مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی۔

اس نے ماہ رخ کو احساس دلانے بغیر ایک ہاتھ سے



ڈراما گنگ شروع کر دی۔ اس نے ایک بار پھر ماہ رخ کی طرف دیکھا جو شاید اس بات سے بے خبر تھی۔ اگرچہ ایک ہاتھ سے ڈراما کرنا کافی مشکل تھا لیکن یہ خوشگوار احساس ہر مشکل پر ہماری تھا۔ گاڑی رکھتی تھی وہ چونکی تھی وہ گھر سامنے بیٹھ چکے تھے۔ اس نے حیرت سے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور سٹپا کر تیور کی طرف جو مسکرا رہا تھا اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ چھو ڈیا اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔ اپنی بے خبری پر اس نے سو فحہ خود کو ملامت کی۔

کپڑے بدلنے ہی وہ بستر پر گر کر بے سہہ ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کے اپنے ارد گرد کافی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن اس نے آنکھ نہیں کھولی تھی اس نے انجوشن دے دیا ہے، بخار اتر جائے گا۔ "سلمان کی آواز اس کے قریب سے ٹکی تھی۔

"اگر تم اپنی زندگی داری پوری نہیں کر سکتے تو لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔" اس نے تیور کی سہیلی آواز سنی۔

"بھائی ایک ایمر جیسی ہو گئی تھی۔" سلمان کی مثنیاتی ہوئی آواز آئی۔

"تم مجھے فون کر سکتے تھے، تمہیں اندازہ ہے وہ کس قدر ڈر گئی تھی۔ اگر میرا فون نہ ملتا یا مجھے پہنچنے میں دیر ہو جاتی تو پھر تمہارے غصہ ناک تیوروں سے سلمان کو دیکھا۔ تیور کا غصہ کسی طور پر کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

"تیور! اس کرو! اس میں سلمان کی کیا غلطی ہے اسے اتنی بارش میں یو یو شی جانے کی کیا ضرورت تھی۔" رخشندہ نے تیور کو ٹوک دیا۔

"تیور ٹھیک کہہ رہا ہے رخشندہ! سلمان کو کم از کم۔" ریشہ دس بھابی! رخشندہ نے علیحدگی کی بات گھٹ دی۔ پہلے ہی تیور کی بے جاؤ میل نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے بڑے پچھوٹے کا اسے لحاظ ہی نہیں رہا۔ "انہوں نے غصے سے تیور کو دیکھا جس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

"اب اگر اس نے لگاڑا ہے تو سدھار بھی لے گا۔" علیحدہ نے پیار سے اس کا ہاتھ چھوا۔ رخشندہ نے ایک نظر علیحدہ کو دیکھنے کے بعد تیور کو دیکھا۔

"اتنا زیادہ پیار مت کرو تیور! میری بیٹی اس قابل نہیں۔" پتا نہیں کیوں ان کے منہ سے نکل گیا۔

"تم رہنے دو رخشندہ! ہماری بیٹی کس قابل ہے، ہم جانتے ہیں۔" علیحدہ نے غصے سے رخشندہ کو دیکھا۔ ماہ رخ نے اپنی بند آنکھوں میں غمی اتار دی محسوس کی تھی۔

ماہ رخ! پلیز ذرا یہ اریبہ کو انداز رکھنا۔ میں مومن کو دیکھوں اٹھا ہے یا نہیں۔" تانیہ نے اریبہ کو اس کی گود میں بٹھایا۔ تانیہ کے جاتے ہی اس نے اریبہ کو سامنے ڈانٹک نیل پر بٹھایا۔ اب اس نے ایک ہاتھ سے اسے پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اسے کھلا رہی تھی۔ وہ کھلم کھلا رہی تھی اور اگل زیادہ رہی تھی۔ اس کی زیادہ توجہ سامنے بیٹھی ماہ رخ کی طرف تھی بھی وہ اس کے کانوں میں پسینے ٹاپس کو پھینکتی اور بھی اس کے ہاتھوں میں پسینی چوڑیوں کو پکڑتی اس کی حرکتیں ماہ رخ کو مزہ دے رہی تھیں۔ اس نے اریبہ کو گود میں بٹھایا اور زور زور سے ہاتھ بٹھایا تو چوڑیاں جتنے لگیں اور جب جب چوڑیاں جتنیں اریبہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی اور وہ اس کے ساتھ ہنس رہی تھی۔

"گڈ مار ٹنگ پیوٹی فل ایڈریز۔" تیور نے اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ماہ رخ چونکی اور پھر یک دم خاموش ہوئی۔

ماہ رخ نے چور نظروں سے ساتھ بیٹھے تیور کو دیکھا۔ جو سلاٹس پر کھنکھان رہا تھا وہ اٹھنے لگی تھی جب تیور نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھ جاؤ میں بس جا رہا ہوں۔" وہ جانتا تھا وہ اس کی وجہ سے اٹھ رہی ہے ورنہ ٹھوڑی دیر پہلے ہی اس کی فنی اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

"تم غائب! اسے ہانپتا کروا رہی تھیں۔" تیور نے سلاٹس کا چھوٹا سا ٹکڑا اریبہ کے منہ میں ڈالتے ہوئے اسے دیکھا تو مجبوراً اسے اریبہ کو ہانپتا کروا دیا اور نہ ہی اس کے اپنے قریب بیٹھا تھا کہ اس کی کبھی دوبار اس کے بازو سے ٹکرائی تھی۔

"کیا بچت ہے آج کل تم نے غصہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔" وہ انداز اریبہ کے منہ میں ڈال رہی تھی جب تیور اس کی طرف مڑا۔ وہ کچھ نہیں بولی وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اسے کیا ہوا ہے۔ طلحہ کی اصلیت جب اس پر کھلی تھی تو ٹوٹ گئی تھی۔

وہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی لیکن اپنی ضد کو مار کرنے کے لیے اس کے پاس وہ واحد آپشن تھا۔ حالانکہ غلطی اس کی تھی۔ لکچ ہوئے کے بعد بھی غلط امید رہی تھی۔ اس دن تیور کو دیکھ کر جو احساس اسے ہوا

اس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دل کتنا تھا جو تیور تمہارے لیے کر رہا ہے وہ ہمدردی نہیں ہے تو محبت ہے، اور وہ جانتی تھی وہ دل کی بات مان لے۔ پتا نہیں کب سے نفرت کے ڈھیر میں سوئی محبت جاگنے لگی تھی اور پھر دماغ کتنا تھا یہ محبت نہیں احسان ہے وہ وہ شروع ہی سے اپنیوں کے لیے اپنی خوشی کی قربانی دیتا رہا ہے سوا ب بھی تمہیں تکلیف اور ذلت سے بچانے کے لیے اس نے تم سے شادی کی اس میں محبت کہاں ہے؟

اس نے تھک کر تیور کی طرف دیکھا جو گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے گہرا کرٹش سے اریبہ کا منہ صاف کیا۔

"اچھا سوئی! چلتے ہیں لوگ تو ہماری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔" تیور کرسی کی پشت کا سارا لے کر اٹھا، تیور کا ہاتھ اس کے کندھے سے لگایا تو وہ جلدی سے آگے ہوئی اور وہ جو اریبہ کو ہار کرنے کے لیے جبک رہا تھا اس کا چہرہ ماہ رخ کے گال سے ٹکرایا۔ ماہ رخ کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہینچ پچ کر کیا۔ اس کی نظریں بے اختیار تیور کی طرف اٹھیں اس نے بھی اس کی طرف دیکھا۔ اندر داخل ہوئی ہوئی تانیہ اپنی جگہ ٹھنک کر رک گئی۔ تیور اور ماہ رخ ایک دوسرے سے اس قدر قریب تھے کہ تانیہ نے بے ساختہ اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھا۔ وہ کچھ دیر کھڑی رہی۔ لیکن وہ لوگ اس سے مس نہیں ہوئے۔

تانیہ جلدی سے آگے بڑھی ان کے قریب جا کر وہ زور سے کھاسی۔ تیور نے نظریں کھما کر اس کی طرف دیکھا پھر ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ ماہ رخ کی دھڑکن جہاں تیز ہوئی وہیں اس کا سارا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ تانیہ نے غور سے دونوں کی شکلیں دیکھیں پہلے وہ حیران ہوئی لیکن اب اسے ہنس آ رہی تھی۔

"لاؤ ماہ رخ! اریبہ کو مجھے دے دو۔ ویسے اس نے تم دونوں کو ذمہ دہ نہیں کیا؟" تانیہ نے بڑے بھولے پن سے ماہ رخ کا گلابی چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ پہلے ہی اپنی بے اختیار پر نام نہاد تھی کہ تانیہ نے پوری کردی۔ وہ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے گھڑی سے مڑی۔ اس کے جاتے ہی تانیہ نے تیور کی طرف دیکھا جو ماہ رخ کو دیکھ رہا تھا۔

"پیلو۔" تانیہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لگایا۔

"تم بھی نا۔" تیور جھٹکا کر ہار نکل گیا جبکہ پیچھے سے تانیہ کا فحہ بے ساختہ تھا۔

"بڑی امی! آپ نے مجھے بلایا۔"

"ہاں بیٹا! محاورہ تانیہ شایگ کے لیے جارہے ہیں تم بھی ہو آؤ۔ شادی میں دن ہی دن کتنے رہ گئے ہیں۔ اپنی پسند کا لونگا لے آؤ۔" تانیہ نے مسکرائی نظروں سے ماہ رخ کو دیکھا جو اس کی طرف دیکھنے سے کھرا رہی تھی۔

"بڑی امی! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس کی بات پر انہوں نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہیں تانیہ بول پڑی۔

"اُمی! آج رہتے ہیں۔ تیور اور ماہ رخ اکٹھے جا کر لے آئیں گے۔" تانیہ نے مسکرا کر کہا تو علیحدہ نے سر ہلادیا۔

"ہاں! یہ زیادہ بہتر ہے دونوں کی پسند کا آجائے گا۔ تم دونوں جاؤ اور شام سے پہلے آجانا۔" ان کے باہر نکلتے ہی ماہ رخ نے اپنا ہاتھ کا ہوا سرا اٹھایا۔

"بیٹا! میں ذرا دھوپ میں بیٹھوں گی۔" یہ تیور کے کپڑے اس کی الماری میں رکھ دو اور یہ فائل بھی۔" علیحدہ کے کہنے پر وہ کپڑے اور فائل اٹھا کر اس کے کمرے میں آ گئی۔

آج کتنے عرصے بعد وہ اس کمرے میں آئی تھی۔ کمرہ مکمل طور پر پیل چکا تھا اور سب سے بڑا اضافہ اس کی اطلاع تصویر تھی۔ وہ تصویر پر سے نظریں ہٹا کر اردو ب کی طرف آئی۔ کپڑے رکھ کر وہ پلٹ رہی تھی۔ جب کئی چیز اس کے پاؤں سے ٹکرائی۔

اس نے چونک کر کچھ دیکھا جہاں ایک ڈائری گہری تھی وہ اٹھانے کے لیے جھکی تو ڈائری کے کھلے صفحے پر اس کی نظریں ساکت ہو گئیں اس نے جلدی سے ڈائری اٹھالی اس نے ڈائری کا سلا صفحہ کھولا۔

"میں آج خود کو مت اکیلا محسوس کر رہا ہوں۔ آج میں زندگی میں پہلی بار ڈائری لکھ رہا ہوں کیونکہ یہاں میں ایسی باتیں لکھ رہا ہوں جو میں کسی سے نہیں کر سکتا۔ مجھے لندن پہنچنے ایک گھنٹہ ہو چکا ہے۔ ٹھکن کے مارے میرا برا حال ہے۔ لیکن فینڈ آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔ میں آج اسے دکھ دے کر آ رہا ہوں، جسے میں نے زندگی میں سب سے زیادہ چاہا ہے۔

مانی میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے میں نے کبھی اسے روئے نہیں دیا، لیکن آج میں اسے دلا کر آ رہا



ہوں۔ میں اسے تب سے چاہ رہا ہوں جب جاہت کا مقبوم ٹھیک طرح سے مجھ پر واضح بھی نہیں تھا۔ لیکن آج اس کے منہ سے یہ سن کر کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے میں سہکت رہ گیا۔ وہ محبت جو میں سب سے چھپاتا رہا تھا۔ اس پر پتا نہیں کسے آشکار ہو گئی تھی اور میں مجھے پتا نہیں اسے کیا کیا کہہ گیا۔ یہ سب میں نے اس لیے کہا کہ بعد میں اسے تکلیف نہ ہو اگر میں اس سے اپنی محبت کا اظہار کر دیتا تو انتظار اس کی قسمت میں لکھ دیتا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں کب واپس جاؤں گا کب میری آزمائش ختم ہوگی میں خود کو تکلیف دے سکتا ہوں لیکن اسے نہیں۔ میں نے اسے اپنے سامنے آنے سے بھی منع کر دیا تھا کیونکہ ان آخری لمحوں میں میں مکرور نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ بہت چھوٹی ہے، میں اس کی مصیبت کو اپنے مسائل کی بجائے نہیں چڑھا سکتا۔ اس لیے اس کا دل توڑ آیا ہوں۔“

ماہ رخ نے تیزی سے خالی صفحوں کو پلٹا۔  
”میں آج بہت تکلیف محسوس کر رہا ہوں میں نے پاکستان خون کیا تو چاہتا تھا میں نے مینڈیک میں اپنے پیشینے لپٹے سے انکار کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ یہ سب کیوں کر رہی ہے وہ مجھ سے ناراض ہے۔ لیکن میں اسے سمجھاؤں گا یہ اس کے بڑے پیار کی خواہش ہے، وہ اسے ضرور پورا کرے۔ میں چار دن سے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن وہ فون پر نہیں آتی میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ وہ بہت خدی ہے۔ اگر اس نے سوچ لیا ہے کہ وہ اپنے پیشینے نہیں لے گی تو نہیں لے گی۔ ہرگز تو وقت کے ساتھ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے غلط کیا ہے۔ مجھے مافی کو بتا دینا چاہیے تھا کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ اب مجھے ڈر لگنے لگا ہے کہ کہیں میں اسے کھو نہ دوں۔ اب میں ہر لمبی دھار کا ہوں کہ مافی میرا نصیب ہو۔ میں جلد از جلد پاکستان جانا چاہتا ہوں۔“

”کل میں نے تین سال بعد اسے اپنے سامنے دیکھا ایک چل کے لیے تو میں بالکل سہکت ہو گیا تھا وہ بہت خوب صورت ہو گئی ہے۔ لیکن بہت بدل گئی ہے شاید اب بھی مجھ سے ناراض ہے لیکن میں اسے مانوں گا۔ وہ واقعی بہت بدل گئی ہے۔ پہلے ہر وقت اس کے لبوں پر خوشی مسکراہٹ رہتی تھی اب جلد خاموشی ہے۔ اس کی خاموشی سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ میں اسے پرانی

باتوں کا حوالہ دے کر تنگ کرتا ہوں لیکن پھر بھی اس کی چپ نہیں ٹوٹی۔ وہ طلحہ کو میرے اور اپنے درمیان لا رہی ہے، میں جانتا ہوں وہ اس سے محبت نہیں کرتی۔ یہ من مانی میں اسے نہیں کرنے دوں گا۔“

اس نے اگلا صفحہ پلٹا۔  
”میں جانتا تھا میرے پروپوزل پر وہ ناراض ہوگی لیکن اس طرح ری ایکٹ کرنے کی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ کہتی ہے وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے میں کہے گا میں اس کو وہ سچ کہہ رہی ہے حالانکہ اس کی آنکھیں کچھ اور ہی بولتی ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں جانتی کہ اس کی آنکھیں سچ بولتی ہیں اور شاید وہ یہ بھی بھول گئی ہے کہ میں اس کی آنکھیں پڑھ سکتا ہوں۔ ان آنکھوں میں آج بھی میری محبت ہے صرف میری۔ پیالے بالکل ٹھیک لگتا تھا میں اسے اس سے زیادہ سمجھتا ہوں اور یہ کہ وہ ضد میں پیش اپنا نقصان کرتی ہے۔ اب بھی وہ ایسا ہی کر رہی ہے۔ اگر وہ طلحہ کو پسند بھی کرتی تو بھی میں اسے کھو نہیں سکتا۔ میری زندگی کی ایک وہی تو تنہا ہے۔ میں اس سے کسی قیمت پر بھی دستبردار نہیں ہو سکتا۔ مافی تو بھی ابھی ایسی نہیں تھی۔ میں نہیں جانتا تھا میرے الفاظ میرے لیے عذاب بن جائیں گے وہ میری محبت کو ”تس“ سمجھتی ہے۔ وہ تمہی سے مجھے قربانی دینے کا شوق ہے۔ میں اسے ایسے بتاؤں قربانی دینا کتنا مشکل کام ہے دو سروں کے لیے جینا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ میں اب تنگ رہا ہوں۔ تین سال دن رات میں نے خود کو جلا یا تاکہ جلد از جلد مافی تک پہنچ سکوں۔ میں نے ہیش رب سے ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے کچھ مانگا تو صرف اسے مانگا اور خدا نے میری منی کی وہ میری ہو چکی ہے لیکن صرف نام کی حد تک میں سمجھتا تھا کہ میں اسے مانوں گا۔ لیکن مجھے لگتا ہے میں غلط ہوں میں جو اسے جاننے کا عوار کھتا تھا وہ غلط ثابت ہو رہا ہے۔ تین سال پہلے اسے مجھ سے محبت کا احساس ہوا تھا اور وہ میری ایک غلطی (جو مجھے تب ٹھیک لگی تھی) آج تک معاف نہیں کر سکی اور یہ ایک سے اسے چاہ رہا ہوں۔ وہ نہیں جانتی اس کا رویہ مجھے کتنی تکلیف دیتا ہے میں اسے بتانا چاہتا ہوں مافی میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ زندگی میں میں نے جتنی تکلیفیں برداشت کیں صرف اس آس

میں کہ تم میرے ساتھ رہو گی۔ میں اس کے چہرے پر اپنے نام کے رنگ دیکھتا چاہتا ہوں، میں اس کی آنکھوں میں اپنا

میں کہ تم میرے ساتھ رہو گی۔ میں اس کے چہرے پر اپنے نام کے رنگ دیکھتا چاہتا ہوں، میں اس کی آنکھوں میں اپنا

نکس دیکھتا چاہتا ہوں۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے ایک ہی دعا مانگتا ہوں اگر میں نے واقعی زندگی میں کوئی نیکی کی ہے تو اس کے صدقے مافی اور اس کی محبت مجھے دے دے۔“

ماہ رخ نے ہاتھ سے ڈائری چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھ لیے۔ اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھینک چکا تھا۔  
”ای! میں یہاں فائل چھوڑ کر گیا تھا۔“ باہر سے آتی تیوری کی آواز اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔  
”میں! وہ میں نے ماہ رخ کو دی تھی تمہارے کمرے میں رکھ گئی ہو گی۔“ کچھ دیر بعد دروازہ تیزی سے کھلا۔ اندر داخل ہوتے ہی تیور ہنسنے لگا۔  
”کیا ہوا؟ تم رو کیوں رہی ہو؟“ وہ گھبرا کر گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

ماہ رخ نے ڈائری اس کے سامنے کر دی۔ اس نے حیرت سے ڈائری کو دیکھا پھر بے اختیار کمراسا لیا۔ مجھ سے زیادہ خوش قسمت تو میری ڈائری ہے جس کا تم نے اعتبار کیا۔“ وہ مسکرایا پھر اپنی نظروں اس کے چہرے پر ڈکا دیں۔

”پہلے میں سمجھتا تھا کہ میں نے جو بھی کیا ٹھیک کیا، حالانکہ اس میں بہت ریسک تھا لیکن میں مجبور تھا۔ میں نے پیالے سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کی ذمہ داریوں کو پورا کروں گا تو میں کیسے ان سے کیے ہوئے وعدے کو انور کر دیتا۔ پیالے نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ آنے دوں۔ میں نے تو صرف ان وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں صرف تمہیں تکلیف سے بچانا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک میں تمہیں تکلیف دے گیا۔“

ان تین سالوں میں ہر لمحہ مجھے تمہیں کھونے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ کیا تم میری اس تکلیف کا اندازہ کر سکتی ہو جو میں نے خود اپنے نصیب میں لکھ لی تھی؟ پھر اچانک اس نے اپنے ہاتھوں میں ماہ رخ کا چہرہ تھام لیا۔ ”میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں مافی! کیا میری غلطی اتنی بڑی ہے کہ وہ معاف نہ کی جاسکے کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ تمہاری محبت مجھے مل سکے۔“ ماہ رخ نے اپنے چہرے پر اس کے ہاتھ

بٹائیے۔

”ای ٹھیک کہتی ہیں میں آپ کی محبت کے قابل نہیں اور آپ کس قابل ہیں سب جانتے ہیں، میرا دل جانتا ہے، لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

لیکن ایک بار صرف ایک بار آپ مجھے کہہ دیتے تو کیا میں

آپ کی بات نہ سمجھتی۔“ وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔  
”آپ کو مجھ سے اتنی محبت نہیں کرنی چاہیے میں اس قابل ہی نہیں آپ نے میرے لیے، ہم سب کے لیے کیا کچھ نہیں کیا پھر بھی میں نے آپ کو تکلیف دی نہیں تو اتنی بری ہوں بڑے پیار کی بات بھلا دی۔ انہوں نے آپ کو تکلیف دینے سے منع کیا تھا پھر بھی میں نے سب سے زیادہ آپ کو تکلیف دی۔ میں بہت بری ہوں۔“ اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

”تم بری کیسے ہو سکتی ہو مافی! تم تو میری جان ہو۔“ تیور نے اس کا چہرہ اوجھکا دیا تو وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی۔

”میں بہت بری ہوں تیور! بہت بری آپ نے بالکل ٹھیک کہا میں نے صرف کچھ سال محبت کی تو آپ کی دی ہوئی ایک تکلیف برداشت نہیں کر سکی۔ جبکہ آپ کی محبت تو...“ وہ روتی ہوئی کہتی تھی مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی مجھے لگا آپ نے میرا مان توڑا ہے۔ غلطی میری ہے میں آپ کو سمجھ نہیں سکتی۔ آپ کا دوا غلط نہیں تیور! میری آنکھوں میں میرے دل میں ہر جگہ آپ ہیں۔ میں کل بھی آپ سے پیار کرتی تھی آج بھی کرتی ہوں۔ مافی! ہیش سے تیور کی تھی اور رہے گی وہ اس کے سینے سے لگی سبک رہی تھی۔

”ہر سول مندی ہے اور کام ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔“ علیہ نے جھپٹلا کر مومن کو اپنی گود سے اٹار لیا۔  
”ای! آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں تیور! اور سلمان کو تو رہے ہیں۔“ تانیہ نے مسکرایا کھانہ گود دیکھا۔  
”ای! اب یہ دوپٹہ دیکھیں مجھے سوٹ کر رہا ہے؟“ سحر نے لینگے کاؤنٹر سر پر لیا۔

”ابھی امار دوپٹے نہیں لیتے ورنہ روپ نہیں آتا۔“ علیہ نے جلدی سے کواٹر خشکہ اور تانیہ مسکرا دیے۔  
”السلام علیکم۔“ تیور نے اندر آتے ہوئے کہا ”کیا ہو رہا ہے۔“ اس نے ارد گرد پھیلے ہوئے کپڑوں کو دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ خاص نہیں تمہاری اور سحر کی مندی کی تیاری ہو رہی ہے۔“ تانیہ نے شرارت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر آگیا جہاں وہ پہلی چہرہ دکھانے سے بت مخور سے آسمان کو دیکھ

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر

وہ مسکراتے ہوئے میز پر ہاتھ پھیلا لٹکا اور ”کیا! اس نے کرے میں جھانک دوں! میں بھی۔“ وہ سیدھا چھت پر



